بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن)

ترجمہ: "بے شک منافقین جہنم کے سب سے گہرے گڑھے میں ہیں۔"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اِرشاداتِ خداوندی

۱۔ "خوشخبری دو میرے اِن بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں۔ پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔" (پ ۲۳، سُورۃ الزمر، آیت نمبر ۱۶ - ۱۷)

۲۔ "تم ان میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ بے شک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود انہوں نے اپنے لیے تیار کی۔ یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب اُترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ، نبی، قرآن پر ایمان ہوتا، تو کافروں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں بہت سے فاسق ہیں۔" (پ ۶، سورہ المائدہ، آیت نمبر ۸۰ - ۸۱)

۳۔ "تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا کنبے والے ہوں۔" (پ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۲۲)

۴۔ "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں اِس حق کے، جو تمہارے پاس آیا۔" (پ ۲۸، سُورۃ الممتحنہ، آیت ۱)

۵۔ "مُسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مُسلمان کے سوا، اور جو ایسا کرے گا، اُسے اللہ اور اُس کے رسُول سے تعلق نہ رہا۔" (پ ۳، سورۃ آلِ عمران، آیت نمبر ۲۸)

۶۔ "اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو کہ تمہیں (دوزخ) آگ چھُوئے گی اور اللہ کے سوا، تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔" (پ ۱۲، سُورۃ ہُود، آیت نمبر ۱۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُخبرِ صادق، بانیٔ اسلام حضور سیّدِ عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ اقدس

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سُنا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں کچھ مال حاضر کیا گیا۔ آپ نے تقسیم فرمایا۔ دائیں طرف اور بائیں طرف والوں کو عطا فرمایا۔ اور پیچھے والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: "اے محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا"۔ وہ آدمی سیاہ رنگ اور مُنڈے ہوئے سر والا تھا۔ اس نے بالکل سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! میرے بعد تم مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے"۔ مزید فرمایا: "آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، گویا یہ بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن کریم بہت پڑھیں گے، لیکن قرآن مجید کا اثر اُن کے دلوں کی طرف نہیں جائے گا۔ اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ سر منڈانا اُن لوگوں کی نشانی ہوگی۔ وہ ہر دور میں ظاہر ہوتے رہیں گے، یہاں تک اُن کی آخری جماعت دجّال کی ساتھی ہوگی۔ جب تم ان لوگوں کو پاؤ تو سمجھ لینا کہ وہ بدترین مخلوق ہیں"۔

(نسائی۔ مشکوٰۃ شریف باب اہل الردۃ)

حضور سیّدِ عالم مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جس بدترین گروہ کا ذکر فرمایا، وہ اگرچہ اسلام کے مدّعی ہوں گے، قرآن مجید پڑھیں گے، مگر دائرۂ اسلام سے خارج ہوں گے۔

اس گروہ کی مندرجہ ذیل چار نشانیاں ہمیں بتا دیں :

۱- وہ شانِ رسالت میں گستاخانہ کلمات استعمال کیا کریں گے۔

۲- زیادہ تر سر منڈائیں گے۔

۳- قرآن مجید خوب پڑھیں گے، لیکن ان گستاخانِ رسُول کے دلوں پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

۴- وہ قوم ہر دَور میں کافروں کی مُعین و مددگار بن کر رہے گی، حتیٰ کہ دجّال کا ساتھ بھی یہی لوگ دیں گے۔

قارئین کرام! جس قوم کا حضور اکرم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ذکر فرمایا ہے، اس کو پہچاننا مسلمانوں کے لیے مشکل نہیں۔ ان کی شانِ رسالت میں گستاخانہ عبارتیں محتاجِ ظاہر ہیں۔ اس بد باطن اور رُوسیاہ گروہ نے تاجدارِ ختمِ نبوّت نبیٔ رحمت محبوبِ کبریا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شانِ اقدس میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے، جن کی کبھی بدترین دشمنوں کو بھی اور کافروں کو بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔ اس ذلیل اور رذیل ٹولہ نے مُسلمانوں اور بُت پرستوں کو ایک قوم کہا، خود متحدہ قومیت کے گیت گا کر زنار پرستوں کی محبت کا دم بھرا۔ اُمتِ مُسلمہ کو اُن کے پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس بدترین ٹولے سے آگاہ فرما دیا۔ ایک دوسرا ارشادِ گرامی جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے:

یہی واقعہ دوسری روایت میں یُوں مذکور ہے :

" ایک شخص آیا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں پیشانی اٹھی ہوئی، داڑھی گھنی، رخسار اُونچے اور سر مُنڈا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا : اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اللہ سے ڈرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اگر بقول تمہارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں۔ تو کون ہے جو اُس کے احکام کی اطاعت کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے

مجھے اہلِ زمین پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے ۔" ایک مرد نے اُس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن اسے منع کر دیا گیا۔ جب وہ گستاخ واپس لوٹ گیا تو سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مطلع فرمایا: اس کی اصل سے ایک قوم ہوگی۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے، مگر قرآن کریم ان کے نرخروں سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ بُت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں اس قوم کو پاتا، تو انہیں اس طرح ہلاک کر دیتا، جیسے قوم عاد کی گئی " (مشکوٰۃ شریف باب المعجزات)

روایاتِ بالا میں مذکورہ گستاخ ٹولے کی مزید نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ اُمتِ مُسلمہ پہچان کر کے ان سے خبردار ہو جائے۔ اِن کی مجلس اختیار کرنا۔ اِن کی چکنی چپڑی باتیں سُننا اور انہیں مُسلمان جان کر اُن کی ہاں میں ہاں ملانا تو بہت دُور کی بات ہے۔ مُسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے سائے سے بھی بچیں۔ اِن کے ظاہری حال، جُبّہ و دستار اور ادّعائے مسلمانی پر نہ جائیں۔ ان کی مزید نشانیاں یہ بیان فرمائی گئی ہیں:

۱۔ پابندیٔ نماز، روزہ وغیرہ عبادات میں یہ اصلی مسلمانوں سے بھی بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گے۔

۲۔ مختلف حیلے بہانے تراش کر مُسلمانوں کو قتل کرنا اِن کی مردانگی ہوگی۔

۳۔ غیر مُسلموں، بُت پرستوں، یہود و ہنود اور نصاریٰ کے یار و مددگار اور آلۂ کار بن کر رہیں گے۔

یہ گروہ باقاعدہ جماعتی شکل میں پہلے پہل حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جنگِ صفین کے بعد ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مسئلہ تحکیم کی آڑ میں بگڑ کر یہ رُوپ ظاہر کیا جیسا کہ پروفیسر ابوزہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد حریری نے اپنی کتاب "اسلامی مذاہب" بار دوم ۱۹۸۰ء مطبوعہ لاہور صـ ۸۳

وضاحت کی ہے :

"یہ گروہ جسے علماء کرام شرع قدیم اور عقلِ سلیم سے خارجیت کا نام دیتے ہیں، مختلف ادوار میں مختلف نظریات کے ساتھ ظاہر ہوتا رہا۔ چوتھی صدی ہجری میں اتباعِ سلف کا دعویٰ کرتے ہوئے نمودار ہونے والے کچھ لوگ اپنے آپ کو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پیروکار کہتے اور دینِ حق کا علمبردار بن کر مسلمانوں کو اسلام سے خارج بتایا کرتے۔"

پروفیسر ابوزہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد حریری نے اپنی کتاب "اسلامی مذاہب" میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں یہ خارجی ٹولہ مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا، لیکن جس جماعت نے دجال کے لشکر میں شامل ہونے کی شقاوت حاصل کرنی ہے وہ مرے سے کب مٹنے والا ہے؟ چنانچہ ساتویں صدی ہجری میں اس فتنہ نے پھر سر نکال لیا۔ اس دفعہ ابنِ تیمیہ حرانی کی سرکردگی میں خارجیت کے جراثیم پھیلانے کی مہم شروع ہوئی۔

ابنِ تیمیہ حرانی کے عقائد و نظریات کی تردید تو کیتے اکابرِ علماء اسلام نے کی، اور متاخرین علماء اسلام اور مفتیانِ کرام نے اُن کے نظریات سے ہمیشہ کھل کر برأت کا اعلان کیا۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے مایہ ناز محدث حضرت شیخ احمد شہاب الدین ابنِ حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن تیمیہ حرانی کے مخصوص عقائد و نظریات کے پیشِ نظر شرعی فیصلہ صادر فرمایا:

"ابنِ تیمیہ ایک ایسا شخص ہے، جس کو خدا نے رُسوا کیا، گمراہ کیا، اندھا کیا، بہرا کیا اور ذلیل کیا، اسی لیے ائمہ دین نے اس امر کی صراحت کی اور اس کے فاسد احوال اور جھوٹے اقوال کو بیان کیا۔ جو تصدیق کا ارادہ رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اس امام و مجتہد کی تصانیف کا مطالعہ کرے، جن کی امامت، جلالت اور مرتبہ اجتہاد

تک رسائی پر سب کا اتفاق ہے۔ یعنی شیخ ابو الحسن سُبکی نیز ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سُبکی اور اماموں کے شیخ حضرت عز بن جماعہ اور اُن کے معاصرین اور دیگر علماء شافعیہ، مالکیہ اور حنفیہ وغیرہ کی۔

ابن تیمیہ نے صوفیاء متاخرین پر اعتراض کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اُس نے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراضات کیے، جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ وہ ویرانے میں پھینکنے کے لائق ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کن، جاہل اور حد سے نکل جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے طریقے اور عقیدے سے بچائے آمین!

(امام احمد شہاب الدین بن حجر مکیؒ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۹۹ (عربی)

ساتویں صدی ہجری میں اُٹھنے والا خارجیت کا یہ فتنہ علماء اسلام کی مساعی جمیلہ سے ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ ابن تیمیہ اور اُن کے شاگرد ابن قیم کی تصانیف ایک حد تک نظروں سے غائب ہوگئیں، لیکن بارھویں صدی ہجری میں یہ ناسور پھر چوتھی بار پھوٹا۔ نجد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک شخص نے خوارج کے مذہب کو ابن تیمیہ کی تصانیف سے حاصل کر کے اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔

حضور سید عالم مخبر صادق، محسن انسانیت، نبی رحمت بانی اسلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری امت کو اس پلید شخص اور اس رذیل فتنہ سے پہلے ہی باخبر فرما دیا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کارستانیوں کے بارے میں پروفیسر محمد مسعود احمد کی کتاب مواعظ مظہری اور پروفیسر غلام احمد حریری کی کتاب اسلامی مذاہب کا مطالعہ کیجیے

سرِدست تیرھویں صدی ہجری کے مایۂ ناز فقیہ علامہ محمد امین ابنِ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اُن کی کتاب ردالمحتار' ج سوم، ص ۳۱۹ عرض کیئے دیتے ہیں:

"جیسا کہ ہمارے زمانہ میں (ابن) عبدالوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے۔ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کا پیروکار ظاہر کرتے تھے، حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور اُن کے عقائد سے اختلاف رکھنے والے سب مشرک ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اہلِ سُنت و جماعت اور اُن کے علماء کو قتل کرنا مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طاقت توڑ دی مسلمانوں کے لشکروں کو اُن پر فتح دی۔ یعنی ۱۲۳۳ھ میں۔"

ابن عبدالوہاب نجدی کی اس ملحدانہ دہشت گردی اور قتل و غارت کے ردِعمل کے طور پر مسلمانانِ عالم میں اضطراب و ہیجان اور نفرت آمیز جذبات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے معروف علماء نے اس وہابی گروہ سے نفرت کے اظہار میں اپنی عافیت سمجھی۔ مسلمانوں کے جذبات کے دھاروں کو سمجھتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں سخت ترین کلمات استعمال کیے۔ مطالعہ کیجیئے:

۱۔ المہند علی المفند صـ ۲۱-۲۲ (اردو) مطبوعہ کراچی

ازمولوی خلیل احمد انبیٹھوی

۲۔ الشہاب الثاقب صـ ۴۲-۴۳ مطبوعہ دیوبند

ازمولوی حسین احمد ٹانڈوی

۳۔ فیض الباری ج ۱ صـ ۱۷۱ ازمولوی انور شاہ کشمیری۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذریت اور معنوی اولاد اب تک موجود ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر گمراہ کر رہے ہیں۔

ذرا اِن کی دھرم نوازی ملاحظہ فرمائیں:

نجدی وزیر اعظم گاندھی کی سمادھی پر

○ نجدی سعودی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل ۱۹۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو ہندوؤں نے اس کے استقبال میں بھارت سعودی عرب زندہ باد، راجکمار سعودی عرب زندہ باد کے نعرے لگائے۔ امیر فیصل نے بھارت کے قیام کے دوران ڈاکٹر راجندر پرشاد، ڈاکٹر رادھا کشن اور پنڈت نہرو سے ملاقاتیں کیں اور راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سمادھ پر پھول چڑھائے۔ نیز ایک گاؤں رتن گڑھ تشریف لے گئے، جہاں دیہات سدھار کا کام دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ وہیں دس ہزار روپے کا عطیہ عنایت فرمایا۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۱ر مئی ۱۹۵۵ء)

○ شملہ سے آٹھ میل دور آپ (شاہ ابن سعود نجدی) نے ہماچل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک ناچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جناب صدر، معزز وزراء، خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔ مدرسہ دیوبند کو پچیس ۲۵ ہزار روپیہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب کے اتحاد اور دوستی کے رشتے ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔

(اخبار سیاست، کانپور، ۲ر دسمبر ۱۹۵۵ء)

اپنے اس دورے کے موقعہ پر شاہ ابن سعود نے پنڈت جواہر لال کو ارض مقدس کا دورہ کرنے کی دعوت دی، جسے اس بت پرست نے قبول کر کے ستمبر ۱۹۵۶ء میں سعودی عرب کا دورہ کیا۔ اس وقت مشرک پرستوں نے کیسے کیسے قیامت خیز طریقوں سے دھرم نوازی کرتے ہوئے پنڈت نہرو کا استقبال کیا۔ ان ایمان سوز حرکتوں پر پورا عالم اسلام تلملا اٹھا اور ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔

"مقام حیرت ہے کہ ایک طرف تو مدینہ پاک میں روضۂ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام پر نجدی حکومت کی طرف سے نجدی سپاہی پہرہ دینے کے لیے مقرر ہیں، جو
روضۂ انور کی طرف پشت کر کے بیٹھے رہتے ہیں اور جن کا صرف یہی کام ہے کہ کوئی
حضور سید عالم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام نورانی جالیوں کے قریب نہ آئے
اور دست بستہ صلوٰۃ وسلام عرض نہ کرے، دعا نہ کرے اور جو ایسا کرتا ہے اس کو
دھکے دیئے جاتے ہیں، مارا پیٹا جاتا ہے، اگرچہ مستورات ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری
طرف نجدی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل اسلام اور اہل اسلام کے دشمن، مشرک اور
نجس و ناپاک گاندھی کی سمادھ (مڑھی) پر پھول چڑھاتا ہے، تو نہ نجدی توحید میں ابال
آتا ہے اور نہ ہی نجدی حکومت حرکت میں آتی ہے۔

○ نام نہاد علم برداران توحید و مدعیان عمل بالحدیث وہابیوں کے شاہ سعود،
اور وزیر اعظم امیر فیصل نے بھارت میں ہندوؤں کی دعوتیں اڑانے، گاندھی کی سمادھ
پر پھول چڑھانے، نہرو کے زیر سایہ اپنے نعرے (راجکمار سعودی عرب زندہ باد)
لگوانے، جلوس نکلوانے، نہرو کی خوشنودی کے مطابق بیان دینے اور رقص وسرود
کی محافل سے لطف اندوز ہونے کے بعد اس مشرک و نجس کافر بے دین کا حق نمک
ادا کرنے کے لیے سعودی عرب کے دورے کی دعوت دی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء
کے آخر میں نہرو نے سعودی عرب جانے کی تیاری کی۔ عین انہی دنوں میں ایک
رسوائے عالم کتاب "مذہبی رہنما" چھپی۔ اس کتاب میں حضور نبی پاک، صاحب لولاک
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر ناپاک حملے کیے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت
پر مسلمان احتجاج کر رہے تھے اور نہرو حکومت اس کتاب کی ضبطی کی بجائے مسلمانوں کا
خون بہا رہی تھی۔ (العیاذ باللہ) پاکستان اور بھارت میں اس کتاب پر پابندی اور
مسلمانوں پر تشدد کے خلاف زبردست مظاہرے ہو رہے تھے۔ مشرقی پنجاب کے بعض

ہندو اخبار (پرتاب ۔ سنسار ۔ ملاپ وغیرہ) بھی اس کتاب کی مذمت کرتے ہوئے نہرو حکومت سے اس کی اشاعت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

مگر نجدی سعودی حکومت اس معاملہ میں بالکل خاموش تھی اور وہاں شاہ سعود نہرو سے احتجاج کرنے کی بجائے اس مشرک کے استقبال کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ نجدیوں کی یہ روش مسلمانوں کے تازہ زخموں پر گویا نمک پاشی تھی، جس سے اُن کی بے چینی اور اضطراب میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ سب نے بیک زبان سعود سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حالت میں ظالم اور مشرک نہرو کو سعودی عرب آنے کی اجازت نہ دی جائے، مگر مشرک نواز موحد شاہ سعود نے پھر بھی کوئی پرواہ نہ کی، اور زبردست احتجاج کے باوجود اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاملہ میں یعنی میلادِ مقدس اور جلوسِ مبارک کو بدعت و شرک کہنے اور اس پر پابندی لگانے والے نجدیوں کی طرف سے نہرو کے ریاض (نجد) پہنچنے سے پہلے ہی اس کے استقبال کا پروگرام شائع ہو گیا۔ چنانچہ اخبارات میں آیا:

○ "سعودی عرب میں پنڈت نہرو کی مدارات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے ۔ جو الف لیلیٰ کے جاہ و جلال کی یاد تازہ کر دے گی ۔ ہر روز طائف کے باغوں سے گلاب کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے، جہاں نہرو قیام کریں گے ۔ وزیرِ اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کے لیے شاہی توشہ خانوں میں خاص انتظامات کیے جا رہے ہیں ۔ ہوائی مستقر سے ریاض شاہِ سعود کے نہایت پرشکوہ محل تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا جس کی پیشوائی شاہ کا محافظ دستہ اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے ۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں

سے مزین کیا جائے گا۔" (روزنامہ امروز لاہور، ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء)

حضور سید عالم، محبوب کبریا، شفیع مجرماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پاک اور مدحت سرائی کو بدعت کہنے والے وہابیوں کے اخبارات نے نہرو کی آمد کے موقع پر اس کے قصیدے لکھے۔ چنانچہ اخبارات میں آیا کہ مکہ معظمہ کے ایک روزنامے "البلاد السعودیہ" نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے اداریہ "بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید" لکھا ہے کہ سعودی عرب ایک رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں جو ہمیشہ پُرامن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔ آخر میں اس اخبار نے دعا کی کہ "امن کا یہ داعی (نہرو) ہزاروں برس جیئے۔"

شاہ سعود کی مؤتمر اسلامی کے سیکرٹری کرنل انور سادات نے بھی سرکاری روزنامے "الجمہوریہ" میں پنڈت نہرو کو "ایشیائی فرشتہ" بتایا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے کہ "اے ایشیا کے فرشتے (نہرو!) تم پر سلامتی ہو" آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں:

"مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے زیادہ باا‌ثر ہے کیونکہ یہ سچائی کا علمبردار ہے۔" (روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ظہران میں سعودی عرب کے گورنر نے نہرو کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا، جس میں کہا گیا کہ پنڈت نہرو اور اُن کی حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کی دوستی اور اُن کے مفادات کے تحفظ کے لیے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں سعودی عرب کے لوگ ان کی قدر کرتے ہیں اور انہیں نہرو پر فخر ہے۔ نیز کہا گیا کہ پنڈت نہرو دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں اور بھارتی سفیر نے کہا: "اس دورے سے ظاہر ہے کہ نہرو اور شاہ سعود کو ایک دوسرے سے کتنی عقیدت ہے۔"

ایک مشرک اور بے دین سے مسلمان امیر کی عقیدت کتنی خطرناک بات ہے؟

نہرو نجدی محبت کا مظاہرہ

○ شاہ سعود نے پنڈت نہرو کو نئے ماڈل کی سات نشستوں والی ایک کیڈلک کار کا تحفہ دیا، اس کے علاوہ سونے کی ایک جیبی گھڑی اور دو عرب پوشاکیں بھی دیں اور نہرو نے شاہ سعود کو راجستھان کا بنا ہوا پیتل کا ایک لیمپ دیا، جس پر قرآن مجید کی ایک آیت کندہ ہے اور عرب شہزادوں کو نہرو نے ایک ائیر کنڈیشنڈ ریڈیو سیٹ اور بھارت کی بنی ہوئی سلائی کی مشینیں دیں۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷-۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء و دیگر اخبارات)

○ حکومتِ ہند نے سعودی عرب کو دس ہزار ٹن چاول روانہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ حکومتِ سعودی عرب کی درخواست پر کیا گیا اور اس سال کے آخر میں بھارت سعودی عرب کو مزید چاول دے گا۔ (روزنامہ کوہستان لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ہندوستان کا ایک سہ روزہ دیوبندی اخبار "مدینہ" بجنور بھی دعویٰ مسلمانی کے باوجود نہرو کی محبت میں گرفتار ہے۔ یہ نجدیوں کی طرف سے نہرو کے استقبال پر اتنا خوش ہوا ہے کہ اس نے اپنی ۵ اکتوبر ۵۶ء کی اشاعت میں اداریے کا عنوان "نہرو رسول السلام" رکھا ہے۔ (معاذاللہ تعالیٰ)

یہی اخبار اپنی یکم نومبر ۵۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

○ "وزیر اعظم نہرو کے دورہ سعودی عرب کے موقع پر جدہ میں مولانا کرم علی (نجدی وہابی) نے وزیر اعظم کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا، جس کے بعض اقتباسات یہ ہیں:

"محترم وزیر اعظم ہم ایک ایسی سرزمین پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے بہت مسرور ہیں، جس کی نگرانی ایک ایسی محترم ذات کے ہاتھ میں ہے، جو ہمارا مذہبی امام اور خلیفۃ المسلمین ہے۔ ہم آپ کی محبوب ترین شخصیت پر فخر کرتے آئے ہیں۔ ہماری دعا

ہے کہ آپ ہمارے عظیم ترین رہنما کی حیثیت سے زندہ وسلامت رہیں۔

محترم پنڈت جی! ہم آج آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ معزز مہمان، محترم رہنما، پنڈت جی! ہم آپ کے استقبال اور آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے جو کچھ بھی کہیں یا کریں، وہ سب کچھ آپ کی عظیم ترین شخصیت کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔ ہم آپ کی ذات پر فخر کرتے ہوئے آپ کو برکت وسلامتی کا پیغامبر سمجھتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سب مل جل کر یہاں اپنے محبوب ترین لیڈر کی آمد کی یادگار قائم کریں۔ عالی جناب وزیراعظم مبارک باد۔ اے عظیم شخصیت کے مالک۔ عرب ہند دوستی زندہ باد۔ شاہ سعود زندہ باد۔ جواہر لال نہرو زندہ باد

واپسی کے وقت نہرو کو ایک ایڈریس پیش کیا گیا، اس میں پنڈت جی کو امن کا انسانِ اعظم اور ہند کی کامیابیوں اور ترقیوں کا معمار کہا گیا۔ ایڈریس کے جواب میں پنڈت نہرو نے تالیوں کی گونج میں تقریر کی۔ ظہران کے ہوائی اڈے پر پنڈت نہرو کو الوداع کہنے کے لیے مشرقی صوبوں کے گورنر اور دیگر افسران موجود تھے۔ ہوائی اڈے پر پنڈت نہرو نے سعودی عرب فوج کے ایک دستہ سے سلامی لی اور گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ ("مدینہ" بجنور ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

نہرو کے دورۂ سعودی عرب کا حال پاکستان کے سارے اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ ایک اخبار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

○ "سعودی عرب میں نہرو کا "مرحبا رسول السلام" اور جے ہند کے نعروں سے استقبال۔ شاہ سعود نہرو کی پنچ شیلا پر ایمان لائے۔ سعودی عرب کی تاریخ میں نہرو کے استقبال کے لیے عرب عورتیں بھی موجود تھیں۔ . . . . .

ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگا لیا۔

سرزمین حجاز پر پہلی مرتبہ بھارتی ترانہ "جانا مانا گاتا" بجایا گیا۔ پنڈت نہرو جب

سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض پہنچے، تو ہزاروں افراد نے، جن میں شاہ سعود، سعودی شہزادے، وزراء اور سعودی فوج کے اعلیٰ افسر شامل تھے۔ نہرو کا استقبال کیا اور ایک فوجی دستے نے نہرو کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اس کے بعد نہرو ایک کھلی کار میں شاہ سعود کے محل روانہ ہو گئے۔ راستے میں سڑک پر دونوں طرف ہزاروں افراد نے نہرو کو دیکھ کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ چوبیس ستمبر کی رات کو شاہی محل "الحمرا" میں شاہ سعود نے نہرو کے اعزاز میں شاہی ضیافت دی۔ اس کمرے کو رنگا رنگ روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ جب نہرو کمرے میں داخل ہوا تو شاہ سعود نے آگے بڑھ کر ان کی شیروانی کے کاج میں سرخ رنگ کا ایک گلاب ٹانک دیا۔"

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء)

واقعی ان نام نہاد موحدوں کی زنّار دوستی، دھرم نوازی اور خارجیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ لوگ سیاسی مصالح کی خاطر اپنی ظاہری مسلمانی کو بھی داؤ پر لگانے میں نہ کوئی باک محسوس کرتے آئے ہیں اور نہ آجکل کر رہے ہیں۔ اب پاکستانی اخبارات کا احتجاج ملاحظہ ہو:

○ "یہ "مرحبا نہرو السلام" کا نعرہ ضرور کھٹکتا ہے۔ کاش معزز عرب میزبان اپنے مہمان کو امن کا رسول پکارتے وقت اپنے ان کلمہ گو بھائیوں کا بھی تصور کر لیتے، جن پر بھارت میں ان دنوں امن و عافیت کے سب دروازے بند کر دیئے گئے ہیں؛ اور جن کا خون محض اس جرم کی پاداش میں پانی سے زیادہ ارزاں کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے رسولِ عربی، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دل خراش توہین پر احتجاج کیوں کیا تھا؟ افسوس بھارتی مسلمانوں ...... کی قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی آہیں بھی عربوں کو اس مشرک وزیر اعظم کو امن کا رسول قرار دے کر مرحبا کہنے سے باز نہ رکھ سکیں، جس کی سہ بکاری انگلیوں سے بھارتی مسلمانوں کا گرم خون ابھی ٹپک رہی

رہا تھا۔" (روزنامہ نوائے وقت' لاہور، ۲۰ ستمبر ۱۹۵۶ء)

○ آلِ سعود نے پہلے خاص سیاسی مصلحتوں کے تحت ایک بُت پرست قوم کے نمائندے کو ریاض بُلایا اور اس کے استقبال کے لیے خواتین اور بچوں کو ساتھ لے گئے اور ان سے جئے ہند کے نعرے لگوائے۔ سعودی عرب کا یہ فعل سراسر بدعت ہے جس کی کوئی مسلمان حمایت نہیں کر سکتا۔ عجیب بات ہے کہ جن حکمرانوں نے صحابہ کی پختہ قبریں اور قبے تک اس لیے ڈھا دیے ہوں کہ وہ اُن کی نظروں میں اسلام کی تعلیمات کے منافی تھے، وہی حکمران آج اپنی سیاسی مصلحتوں کے لیے ایک ایسے شخص کو حجاز میں مدعو کر کے استقبال کرتے ہیں، جو بُت پرستوں کا نمائندہ ہے اور اسلام کے ہر مکتبِ خیال کے علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ کوئی بُت پرست اسلام کے اس گہوارے میں قدم نہیں رکھ سکتا۔" (روزنامہ کوہستان، لاہور۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ شاہ سعود وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اس روایت کو توڑا اور صنم خانہ کے پاسبان کو ارضِ کعبہ پر بلایا اور صرف بلایا ہی نہیں، بلکہ خلافِ روایات انداز سے اس برہمن زادہ کا استقبال کیا۔ استقبال کے وقت جو نعرے بلند کیے گئے ان میں سے ایک نعرہ دنیا کے اسلامی حلقوں میں خاص طور پر قابلِ اعتراض سمجھا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پنڈت جی کو رسول السلام کہا گیا، جس کے معنی پیغمبرِ اسلام کے ہیں۔۔۔ پنڈت نہرو کے حالیہ دورے سے یہ تاثر بھی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ سعودی مملکت اسلام کے نام پر قائم ہوئی تھی، محض نام کی اسلامی مملکت ہے اور اس کا طرزِ عمل ازمنہ وسطیٰ کی عیسائی تھیوکریٹک حکومتوں سے قطعاً مختلف نہیں، جو مذہب کے نام پر لوگوں کا استحصال کرتی ہیں۔" (روزنامہ کوہستان۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ کعبے اور بُت خانے کو ہمدوش کرنے کے لیے شاہ سعود اور پنڈت نہرو جو کوششیں کر رہے ہیں، اس میں برہمن کا تو کچھ نہیں جائے گا، البتہ مؤخر الذکر جو بُت شکنی

رقیب شکنی) میں سبک دست ہوتا ہے۔ اس میں مصلحت شناسی اور رُوباہی آجائے گی۔
اللہ اکبر ! ایک دور وہ تھا علامہ (ابن) عبدالوہاب نجدی کے نام لیوا . . . .
یہ نعرہ لگاتے تھے کہ ہمارے لیے قرآن اور حدیث کافی ہے (فقہ کی ضرورت نہیں)
اب وہ گیتا بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر پنڈت نہرو کو کتنی مسرت ہوئی ہوگی۔
وہ کیوں نہ خوش ہوں ؟ وہ کہتے ہوں گے کہ بھارت کے مسلمانوں کو ہندو ہزار سال سے
اپنا مذہب پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن وہ پڑھ کے نہیں دیتے اور میں نے سعودی عرب
کے ایک دورے سے عربوں کی نئی نسل میں گیتا بھی پڑھنے کا ذوق و شوق پیدا کر دیا۔
سعودی عرب کے اس تجربہ کے بعد عجیب نہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کو حکم ہو جائے کہ تم
اپنی مسجدوں میں اشلوک بھی سنایا کرو۔"

(روزنامہ کوہستان لاہور ، ۲ر اکتوبر ۱۹۵٦ء)

مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے :

○ "سرزمینِ حجاز کے دارالخلافہ ریاض میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو
کے استقبال پر "مرحبا نہرو رسول السلام" سے جو ننگِ اسلام اور اسلام سوز قسم
کے نعرے لگائے گئے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی و ملی جذباتِ عزت
کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے، بلکہ متولیانِ حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری
کا پول بھی کھل گیا ہے، جس کا سارے عالم میں ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔

اس سے قطع نظر کہ سرزمینِ توحید اور گہوارۂ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکرِ خدا
اور اللہ کے باغی کو دعوتِ تکریم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موحدین مردوں اور
عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبانِ حرم کے لیے کہاں تک زیب دیتا ہے یا
اس احساسِ ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانانِ عالم
کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی خطرناک اور غیر اسلامی ہے

کہ پنڈت نہرو کے لیے "رسول السلام" جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جائیں۔
سعودی عرب کے سفارت خانے سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے۔ نامہ نگار عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے کہ رسول سے قاصد کے معنی مُراد ہیں، نبی کے نہیں۔ میرے نزدیک عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو، لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان سے زیادہ واقفِ اسلام ضرور ہوتا ہے اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان، ممکن ہے کہ عربی کی مہارتِ تامہ رکھتے ہوں، مگر اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی ابجد سے بھی ناآشنا معلوم ہوتے ہیں۔ "مرحبا رسول السلام" کے نعرہ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو یہ غلط فہمی نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا یا اس لفظ سے نبی کے معنی مراد لیے ہیں، بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ رسول سے قاصد ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے کہ لفظ "رسول" اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے، جس کی حیثیت شعائر اللہ اور شعائر اسلام کی ہے جیسے قرآن کریم، مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ وغیرہ قسم کے بے شمار الفاظ اسلامی شعائر ہیں، جو اپنے لغوی معنی سے نکل کر اصطلاحی معنی کے لیے خاص ہو گئے۔ اب ان الفاظ کو لغوی معنیٰ میں استعمال کرنا، بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جن کو عربی زبان کے استعمال کرنے میں حدودِ دین کا پاس رکھنا ہے، قطعاً ناجائز اور حرام ہے، بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے ؏

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کیا کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام کتاب اللہ، اپنے گھر کا نام بیت اللہ اور اپنی مسجد کو مسجدِ حرام، اپنے باغ کو جنت، اپنے تالاب کا نام کوثر اور اپنے تنور کا نام جہنم اور اپنے پوسٹ مین کا نام رسول رکھ لے؟ حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ سب صحیح ہے۔ کیا قرآن کریم میں:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا
میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے ؟ کیا حدیث شریف کے اندر مسلمانوں
کو خبثِ نفس کی ممانعت سے یہی ادبِ الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے ؟

سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی عربی زبان بھی
وہ زبان ہے جس میں اصطلاحاتِ قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ کے باغی کے
احترام میں آج ناموسِ رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنی قاصد کے
ہیں، تو آئندہ تمام شعائرِ اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر سلامتی و امن کا
استعمال بھی کس قدر حیاسوز اور عبرت کش ہے کہ جس کے ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے
ہولی کھیلی جاتی ہو، وہ قاصدِ امن تو کیا ہوتا، اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی
موجود نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ مردم خور درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے
یاد کیا جائے ؎

مجنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں!
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین
مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے . . . . ناموسِ رسول
کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جا سکتی۔"

(روزنامہ جنگ، کراچی ص۱ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ماہنامہ "نقاد" کراچی کے ایڈیٹر تبصرہ کرتے ہیں:

"قاطعِ بدعت و ماحی مقلّد (ابن) عبدالوہاب نجدی، محافظِ
حرمین شریفین جلالۃ الملک شاہ سعود کے نام:
فدائیانِ رسول و عالمیانِ اسلام کا پیغام:

جلالۃ الملک! اللہ آپ کو محبتِ رسول دے۔ خدا معلوم! آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنا لیا تھا۔ اس نوزائیدہ ملک کے بنتے ہی دشمنانِ اسلام و مسلمین نے مسلمانانِ ہند کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اور پھر اُن کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں سے بھاگ بھاگ کر، مرتے گرتے نہ جانے کیا کیا مصائب برداشت کرنے کے بعد پاکستان میں سکونت اختیار کر لی، لیکن اس کے باوجود اب بھی ہندوستان میں ساڑھے چار یا پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں، جہاں نہ اُن کی جانیں محفوظ ہیں، نہ اُن کی عورتوں کی عصمتیں۔

لیکن اے کلید بردارِ حرم! جب آپ پچھلے دنوں ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے تو ان حالات کے باوجود آپ نے ہندوستانی حکومت کو یہ سندِ شاہی عطا کر دی کہ میں بحیثیتِ محافظِ حرمین شریفین اس بات سے مطمئن ہوں کہ ہندوستان میں مسلمان امن و سکون سے ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

یقین کیجیے شاہ! آپ کی اس سندِ شاہی کی تشہیر کے بعد ہمیں محمد شاہ رنگیلے کے فرامین بے ساختہ یاد آ گئے تھے اور ہم یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ ترک کی مسلمان قوم آپ اور آپ کی حکومت سے کیوں غیر مطمئن رہی ہے۔؟

اس واقعہ کے بعد آپ نے ایک غیر مسلم سربراہ کو سرزمینِ حجازِ مقدس کے سرکاری دورے کی دعوت دی اور ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء کو بھارت کے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جب آپ کے دارالخلافہ ریاض پہنچے تو آپ کی حکومت کے اکٹھے کیے ہوئے عوام نے "یا رسول السلام نہرو" کے شرمناک نعروں سے ان کا استقبال کیا تھا۔ اس استقبال کرنے والوں میں عرب کے وہ قبائلی بدو اور عورتیں بھی شریک کیے گئے تھے جو کسی دشمنِ اسلام فرد یا قوم کے لیے اپنے دلوں میں جذباتِ احترام نہیں رکھتے۔ پھر سب سے

بڑا اجتہاد جو آپ جیسے قاطعِ بدعات نے کیا تھا، وہ یہ تھا کہ عرب کی خواتین کو غیر محرموں کے انبوہِ کثیر میں لا کر اُن سے ایک غیر مسلم شخص کا استقبال سرزمینِ حجاز میں "رسول" جیسے متبرک و مقدس خطاب سے کرایا۔ شاہِ قبہ شکن! پنڈت جواہر لال نہرو کو "رسول" کے نام سے آپ نے یا آپ کی قوم نے یاد کر کے پاکستان کے نو کروڑ مسلمانوں کی، جو دل آزاری کی، وہ ناگفتہ بہ ہے۔ آپ کو کسی نے یہ بات غلط بتا دی ہے کہ پاکستان میں ایسی قوم آباد ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہے اور عربی زبان کے معانی و مطالب سے آگاہ نہیں ہے۔ آپ کے سفارت خانے لفظِ "رسول" کے لیے جو تاویلات وضع کر رہے ہیں، اس سے اِن کی بیچارگی اور ندامتِ جرم مترشح ہو رہی ہے۔

جلالۃ الملک! ہم مسلمانانِ عالم حیران ہیں کہ آپ اور آپ جیسے عقائدِ مذہبی رکھنے والے ایک ایسے شخص کو "یا رسول" جیسے عظیم لقب سے خوش آمدید کہہ سکتے ہیں، جو لطناً، نسلاً بُت پرست اور مسلکاً لامذہب ہے، لیکن کوئی مسلمان حیات النبی، خاتم الرسل حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دفورِ جذبات و عقیدت، لوازمِ احترام اور واجباتِ استغاثہ میں یا رسول، یا محمد، یا مصطفٰے (صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم) کہہ کر یاد کرے، تو اسے کافر و مشرک قرار دے دیا جاتا ہے۔ یہ کونسی منطق ہے؟ یہ کونسا عقیدہ ہے؟ یہ کون سا مذہب ہے؟ استغفر اللہ ربی۔ آپ لوگوں نے جنت البقیع کے تمام آثارِ مقدسہ کو شہید کرا دیا۔ صدہا اصحاب کبار کے قبوں کو مسمار کرا دیا۔ گنبدِ خضرٰی، آرام گاہِ رسول، سرچشمۂ نورِ الٰہی کے مواجہے میں زمین بوسی کو حرام اور جرم قرار دیا گیا۔ اور آپ اور آپ کے ہم مسلک و عقیدہ مولویوں نے یہ حکم بھی لگا دیا کہ ختم المرسلین، نبی آخر الزماں، حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو شخص کھڑے ہو کر "یا رسول سلامٌ علیک" پڑھے اور اس عقیدے پر اصرار کرے، تو مرتد اور واجب القتل! لیکن آج یہ کیا ہوا کہ احترامِ رسول کو بدعت و شرک و کفر کہنے والے مقلدین ابن عبدالوہاب نجدی ایک ایسی

قوم کا استقبال "یا رسول السلام" کے نعروں سے کرتے ہیں جو دشمنِ رسول و اسلام ہے اور لاکھوں دیوی دیوتاؤں کا پجاری ہے۔ اللہ اکبر!

اے شاہ! ہم آج سمجھے کہ بڑے بڑے جغادریوں کے عقائد و مسلک کے آہنی قلعوں کو سیاسی تقاضے ایک ہی جھٹکے میں مسمار کر ڈالتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آج سعودی عرب میں کسی ڈاکیے یا پوسٹ مین یا کسی بھی پیغام رساں کو اہلِ زبان یا دیہاتی لوگ "یا رسول" کہہ کر پکارتے ہیں؟ ہم پوچھتے ہیں کہ عرب کے کسی گوشے میں کیا کوئی ایسا بدنصیب مسلمان ہے جو "رسول" کا لفظ انبیاء مرسلین علیہم السلام کے علاوہ عام آدمیوں علی الخصوص کسی مشرک و بت پرست یا لامذہب شخص کے لیے بولتا یا لکھتا ہو؟

ہمارے سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہے اور ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضور پُرنور (روحی فداہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شانِ اقدس میں گستاخانہ خیالات رکھنے اور بارگاہِ رسالت میں اپنے معاملات صاف نہ رکھنے کی پاداش میں عرب حاکموں سے یہ حماقت اور دیوانگی سرزد ہوئی ہے۔ تواضع و میزبانی عربوں کا طرۂ امتیاز ہے لیکن اے کلید بردارِ حرم! آپ نے یہ بھی غور کیا کہ سیاسی استحکام اور ذاتی حبِ جاہ کے لیے آج آپ کی میزبانی اپنی حدود سے بڑھ کر دشمنی دین اور شماتتِ رسالت کے قعرِ مذلت اور ظہورِ ضلالت کی سرحدوں پہ آپہنچی ہے۔ آپ تمام حضرات غیر مشروط طور پر اقرارِ گناہ کرلیں۔ اس نازک مرحلے پر تاویلات اور استدلال کے سہارے بڑے شرمناک ہیں۔

اس راستہ میں ؏ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عقیدہ واجب و لازم ہے اور تاویلات "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف ہیں۔

خداوندِ کریم آپ کو محبتِ رسول دے اور یہ توفیق بھی ارزاں فرمائے کہ آپ یا آپ کی حکومت مسلمانانِ عالم کی اس دل آزاری کے سلسلہ میں نادم ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

(ماہنامہ نقاد، کراچی، نومبر ۱۹۵۶ء ص ۱۲ ص ۱۳)

قارئینِ کرام! نجدیوں کی اس غیر اسلامی روش نے غیر مسلموں کے ہاتھوں میں کیسا ہتھیار تھما دیا؟ رسول کے اصطلاحی اور لغوی معنوں کے بارے میں کیسی کیسی ہنگاموں کا موقع فراہم کر دیا۔ چنانچہ بھارت کا دہلی سے نکلنے والا اخبار "تیج" اپنے ۲ستمبر ۱۹۵۶ء کے اداریئے میں نجدیوں کے اسی نعرے پر اظہارِ خیال کرتا ہے۔ اس اداریئے کا اقتباس "نوائے وقت" لاہور نے یوں نقل کیا تھا:

پردھان منتری شری جواہر لال نہرو پیغمبرِ اسلام کی دنیا میں پہنچے، تو ان کا استقبال پیغمبرِ امن کے نعروں سے کیا گیا۔

۲۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے، تو اسلام کے معنی امن کے ہیں، سلامتی کے ہیں۔ پیغمبرِ اسلام کے معنی بھی امن وسلامتی کے پیغامبر کے ہیں۔ گویا پیغمبرِ اسلام اور پیغمبرِ امن ایک ہی بات ہے۔)

۳۔ پنڈت جی کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ تو وقت بتائے گا، مگر اس سے کافر اور کفر کے فلسفے میں تبدیلی ہو گئی، تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہو گی۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، یکم اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ء)

نجدیوں وہابیوں کی اس قبیح حرکت اور اسلام سوز نعرے کی بنا پر مرزائیوں قادیانیوں نے ان نام نہاد موحدوں کے منہ پر لگام لگاتے ہوئے ایک بیان داغ دیا:

○ "ایک مذہبی سوال لفظ "رسول" کے استعمال سے متعلق ہے۔ آج تو اہلحدیثوں کو یہ تاویل سمجھ آ رہی ہے کہ رسول کے معنی قاصد کے ہوتے ہیں، مگر جب بانی سلسلہ احمدیہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے رسول کے معنی مامور اور تابع شریعت اُمتی نبی کے پیش کئے تھے، تو یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ "رسول" شرعی اصطلاح ہے۔ اس لفظ کے اطلاق کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص نئی شریعت لانے کا مدعی ہے۔ اگر اس موقع پر اہلحدیثوں کو ہی لفظ "رسول" کے استعمال کی وسعت کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی غلطی کو مان جائیں،

تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اہلِ نجد کی غلطی مفید ہی ثابت ہوئی۔"
(ماہنامہ الفرقان، ربوہ، فروری ۱۹۵۷ء، ص۱۵)

وہابی حضرات کے "رسول السّلام" یعنی جواہر لال نہرو جو مسلمانانِ پاک و ہند کا ازلی دشمن، کھلا کافر اور ٹھیٹ بُت پرست تھا، اُن کی صدارت میں آل انڈیا نیشنل کنونشن مارچ ۱۹۳۷ء میں منعقد ہوا۔ پنڈت جی نے صدارتی خطبے میں قومیت کا تصوّر یوں بکھیرا تھا:

○ "ایسے لوگ بھی ابھی زندہ ہیں جو ہندوستان کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں، گویا دو ملکوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی کوئی گنجائش نہیں۔" (روئیداد آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقدہ مارچ ۱۹۳۷ء)

مذہب کی مخالفت اس ملعون شخص کے دل میں کتنی تھی، خود اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے: "جس چیز کو مذہب یا منظّم مذہب کہتے ہیں، اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے۔ میں نے اکثر مذہب کی مذمّت کی ہے اور اسے مٹا دینے کی آرزو تک کی ہے۔" (میری کہانی ص۶۱)

پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر گاندھی کے کرتا دھرتا ہندو مہا سبھا کے صدر یعنی مسٹر ساورکر سے ہندو کی تعریف سُنیے:

"لفظِ ہندو سے عبارت ہے ہر وہ شے جو ہندوستان کی ہو، مثلاً کلچر، نسل اور روایات اور ہندو کے معنی ہیں ہر وہ شخص، جو ہندوستان کا رہنے والا ہو۔"
(ہندوستان ٹائمز، ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء)

اسی ہندو مہا سبھا کے نائب صدر یعنی ڈاکٹر رادھا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس منعقدہ لاہور کے صدارتی خطبے میں علی الاعلان کہا تھا:

○ "ہندوستان کو فطری اور عملی طور پر ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے جس کا کلچر ہندو

اور جس کا مذہب ہندو ازم ہو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو"
(رُوئیداد آل انڈیا ویدک یُوتھ کانفرنس، منعقدہ لاہور)

دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے جس شخص کی سرکردگی میں تحریکِ ریشمی رومال میں حصّہ لیا تھا اور جس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے اُسی لالہ ہردیال کا بیان ہے :

"پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہو گا، نہ صرف ہندو راج قائم ہو گا، بلکہ مسلمانوں کی شدھی، افغانستان کی فتح وغیرہ ــــ باقی آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔" (روزنامہ "ملاپ" ۱۳ر جنوری ۱۹۲۵ء)

قارئین کرام! نام نہاد موحّدین کی زنّار دوستی کی مختصر سی روئیداد آپ نے ملاحظہ فرمائی ـ یہ وہی لوگ ہیں جو عام مسلمانوں کو بات بات پر مشرک اور بدعتی کہتے کہتے نہیں تھکتے، لیکن اپنا یہ حال ہے کہ پکّے مشرکوں کو گلے لگا کر محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں ـ

قارئین کرام! آپ نے سرزمینِ عرب میں محمّد بن عبدالوہاب نجدی کی ذرّیت سعودی خاندان کی ہندو نوازی کا مختصر سا تذکرہ پڑھا ـ اب ذرا اس نجدی سوچ کے نظریاتِ فاسدہ اور افکارِ باطلہ کے ہندوستانی مبلّغ مولوی اسماعیل دہلوی اور اُس کی معنوی اولاد کی کارستانیوں کو ملاحظہ فرمائیں ـ یہ وہی مولوی اسماعیل دہلوی ہے، جس نے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "کتاب التوحید" سے استفادہ کر کے "تقویۃ الایمان" نامی کتاب مرتّب کی اور برِّ صغیر پاک و ہند میں وہابی اعتقادات کا پرچار کیا ـ

آج حقائق پر پردہ ڈال کر اسماعیل دہلوی کے چیلے چپاٹے اسے جنگِ آزادی کا ہیرو، مجاہد اور شہید، انگریزوں اور سکھوں سے نبرد آزما ہونے والا اور نہ جانے یہ

کیا کچھ بنا رہے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ دراصل اس اسماعیل دہلوی کی تحریک سکھوں کے خلاف تھی نہ انگریزوں کے۔ اس بدبخت کا اصل مقابلہ مسلمانانِ اہل سنت وجماعت کے ساتھ تھا۔ جہاں تک سکھوں سے اس کی لڑائی کا تعلق ہے۔ اگر بفرضِ محال اسے تسلیم کر بھی لیا جائے، تو یہ جزوی طور پر ایک تحریک ہوگی، جو سکھوں کی بجائے پنجاب میں انگریزوں کے قدم جمانے کے لیے چلائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل نشانہ سرحد کے غیور مسلمانوں کو بنایا گیا، ورنہ ذاتی طور پر مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی وغیرہ کے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ کافی تعلقات اور خلصے مراسم تھے، چنانچہ مولوی اسماعیل کا سیکرٹری "منشی ہیرالال" تھا اور ایک معتمد "راجہ رام ہندو" تھا۔ (حیاتِ طیبہ ص۳۲/۷۲)

غور فرمائیے جس شخص کے کافروں مشرکوں کے ساتھ تعلقات کا عالم یہ ہو کہ ہیرالال اور راجہ رام جیسے کافر و مشرک، دشمنِ اسلام اس کے سیکرٹری وسپاہی ہوں، وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ کیا جہاد کرے گا؟

باقی رہا سکھوں کا معاملہ، وہ بھی سنیے۔

"حیاتِ طیبہ" کا مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے:

"یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے اِن دونوں بزرگوں (اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی) کی نعشوں کو شناخت کرا کر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کیا۔" (حیاتِ طیبہ ص۵۲۷)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی مصدقہ کتاب "شمائم امدادیہ" ص۹۹ پر لکھا ہے: "کہ آدمیوں نے حضرت (سید احمد) کا بدن پایا۔ امر سنگھ نے بتعظیم وکرام عام مزار تیار کیا۔"

نیز "حیاتِ طیبہ" میں یہ بھی مذکور ہے کہ مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد نے رنجیت سنگھ

کی افواج کے جنرل بُدھ سنگھ کو جو خط لکھا، اس میں بُدھ سنگھ کو ان القاب کے ساتھ یاد فرمایا:

"از امیر المومنین سیّد احمد پُرضمیر ابہت تخمیر، سپہ سالار جنود و عساکر مالکِ خزائن و دفاتر۔ جامع ریاست و سیاست۔ حاویٔ امارت و ایالت، صاحبِ شمشیر و جنگ۔ عظمت نشان سردار بُدھ سنگھ"

(حیاتِ طیّبہ ص ۲۹۹)

خیال فرمائیے جو لوگ سکھوں کو ان القاب و آداب کے ساتھ یاد کریں کہ جن القاب و آداب کو اُن کی نجدی توحید انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے متعلق استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی اور جن کی نعشوں کو سکھ نہایت عزت کے ساتھ دفن کریں، بلکہ ان کا مزار بنائیں۔ کیا ان نجدی وہابی لیڈروں کی سکھوں کے ساتھ کوئی دشمنی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ سوچیئے اگر انہوں نے سکھوں کے ساتھ صحیح معنوں میں جہاد کیا ہوتا اور واقعی وہ اُن کے دشمن ہوتے، تو اس صورت میں سکھ اُن کو عزت کے ساتھ دفن کرتے، اُن کا مزار بناتے؟ بلکہ ان کی نعشوں کے ٹکڑے اڑاتے۔ ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ اسماعیلی لوگوں کی سکھوں کے ساتھ کوئی مذہبی دشمنی نہ تھی، بلکہ اندرونی طور پر بھائی چارہ تھا، جبھی تو سکھ ان لوگوں کی اس طرح عزّت و تکریم بجالاتے تھے۔

ن مولوی اسماعیل دہلوی اور سیّد احمد بریلوی کی انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں سے کوئی دشمنی اور لڑائی نہ تھی، بلکہ ان دشمنانِ دین کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔ ان دونوں وہابی لیڈروں اور اُن کی ذرّیت کی اصل لڑائی تو مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں کی مشہور کتاب "تذکرۃ الرشید" میں ہے کہ "حضرت گنگوہی جی نے فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ کے ہمراہ تھے۔ مولوی عبد الحیٔ صاحب مولوی

اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب
حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد
خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔" (تذکرۃ الرشید ج ۲، صفحہ ۲۷۰)

دیکھئے! اسماعیلی جہاد کی ابتدا لوہی مسلمانوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ مرزا حیرت
لکھتا ہے: "مولانا شہید کی پہلی نظریں درانی (مسلمانوں) کی توپوں پر لگ رہی تھی۔
آپ سب سے پہلے ان پر جا پڑے۔ گولہ انداز نے مہتابی کو روشن کرکے چاہا کہ پہلے
مولانا شہید کو اڑا دوں کہ مولانا (اسماعیل) نے پھرتی سے وار کرکے اس کی گردن
اڑا دی۔ دوسرا توپچی بھی یونہی مارا گیا۔ مولانا شہید نے فوراً وہ دونوں توپیں درانیوں
(پٹھان مسلمانوں) کی طرف پھیر کر فائر کرنے شروع کیے۔ ایک وفادار ہندو (راجہ رام)
جو مولانا (اسماعیل) شہید پر فریفتہ تھا، گولہ اندازی پر مقرر ہوا۔ اس نے اس پھرتی
سے کہ درانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ادھر مولانا شہید ان پر ٹوٹ پڑے۔ اب
درانی کیونکر میدان میں ٹھہر سکتے تھے۔ اپنا کل سامان چھوڑ کر بھاگے۔ جب وہ فرار
ہو رہے تھے، سید صاحب بھی ان پر آپڑے تھے۔ جتنے درانی مارے گئے، ان کی
تعداد ٹھیک معلوم نہیں۔ ہاں جن مُردوں کو وہ میدان میں چھوڑ گئے تھے، وہ چار سو
سے زیادہ تعداد میں تھے۔ مولانا شہید کی فوج کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا تھا۔"

(حیات طیبہ صفحہ ۳۲۱ - ۳۲۲)

(۶) ڈاکٹر عاشق بٹالوی لکھتے ہیں: "جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے
ہیں کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل شہید کی تحریک پر یقیناً نجد کی وہابیت کے کافی
اثرات تھے۔ شاہ اسماعیل شہید و سید احمد بریلوی نے حج سے واپس آکر اپنے
آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا تھا۔" (روزنامہ امروز، لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۵۹ء)

نیز پادری ہیوجیز لکھتا ہے: "(محمد بن) عبدالوہاب کے جانشینوں نے

وہابیت کے اصول سید صاحب کو تعلیم کیے اور انہیں بتا دیا کہ مذہبی رُوح لوگوں میں پھونکنے کے بعد یہ کامیابی ہوتی ہے اور یوں ملک ہاتھ لگتے ہیں۔" (حیات طیبہ ص۵۱۲)

روزنامہ کوہستان لاہور، ۲۸ فروری ۱۹۵۷ء میں ہے:

"ہندوستان کی وزارتِ خارجہ عربی ممالک میں پراپیگنڈہ کے لیے ان لوگوں کو منتخب کرتی ہے، جو ہندوستان کے عربی مدارس، خاص کر دیوبند میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں (دیوبندی علماء) جو نظریاتی طور پر ان سے متفق ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو عربی جاننے کے ساتھ اپنے ملک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربی ممالک میں ہندوستانی سفارت خانوں کے پراپیگنڈا سیکشن میں کام کرنے والے جتنے لوگ ہوتے ہیں، ان میں سے ان (دیوبندی) عالموں کی بڑی اکثریت ہوتی ہے اور یہ لوگ بڑی جاں فشانی سے کام کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مسلمان (دیوبندی) ان جگہوں پر نہ ہوں، تو ہندوستان کی شہرت اتنی ہرگز نہ ہو۔"

روزنامہ سعادت، لائلپور نے ۷ اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے:

" بھارت سے کانگریسی مولویوں کا ایک وفد جس کی قیادت جمعیت علماء ہند (دیوبند) کے سیکرٹری کر رہے تھے۔ وہاں (مکہ مکرمہ) آیا ہوا تھا۔ اس وفد نے شاہ سعود کو یقین دلایا کہ "بھارت کے مسلمان بڑے امن و سکون سے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حکومت اُنکے ساتھ بڑا اچھا سلوک کر رہی ہے، حالانکہ اس وقت تمام بھارت میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کی جا رہی تھی، اُن کو قتل کیا جا رہا تھا، اُن کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو توہینِ رسالت کے خلاف احتجاج کے جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا اور مساجد کو مندروں میں تبدیل کیا جا رہا تھا اور پچاس ہزار کے قریب مسلمانوں کو شدھی کرنے کا اعلان ہو چکا تھا۔"

(روزنامہ "سعادت" لائل پور، ۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ کوہستان، لاہور اپنی ۱۷ نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:
"بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ احراری مولوی یا کانگرسی مولوی کو بھیجا جاتا ہے، جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈہ کرتا ہے۔"

وہابی علماء کو نہرو، گاندھی اور کانگریس سے جو پیار ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں؛ وہابیوں کانگرسیوں نے گاندھی کی جے کے نعرے لگائے۔ مشرک کانگرسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈالے، انہیں مسجدوں میں لاکر منبر پر بٹھایا اور مسلمانوں کا واعظ بنایا۔ گاندھی کو امام، مفکر، سردار اور رہبر بنایا اور کہا کہ امام مہدی (علیہ السلام) کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں۔ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی، تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ دس ہزار جناح، شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں وغیرہ وغیرہ (حوالہ کے لیے دیکھئے "دیوبندی مذہب"۔ "انوارِ آفتابِ صداقت")

اور پھر وہابیوں کا گاندھی کے ساتھ یہ رشتہ و تعلق صرف اس مشرک کی زندگی تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ اب بھی اُسی طرح قائم ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء میں وہابیوں نے اپنے دارالخلافہ نجد میں نہرو کو بُلا کر اُس کی زبانی گاندھی کے تعریفی اشعار سُنے۔ اور گاندھی کا نعرہ لگایا اور ہندوستان میں ۳۰ جنوری ۱۹۵۷ء کو تلک ہال کانپور میں کانگرس کی طرف سے مہاتما گاندھی کا یوم شہید منایا گیا، جس میں علاوہ دیگر کانگرسیوں کے قوم پرست مُسلم (وہابی) کانگرسیوں نے بھی اپنے باپو کے غم میں حسبِ استطاعت شرکت کی۔ جناب حافظ بیت اللہ صاحب رُکن (دیوبندی) جمیعت العلماء اور حضرت بابا خضر محمد صادق جمیعت علماء کانپور کے سرپرست نے مہاتما گاندھی کی رُوح کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے قرآنِ کریم کی آیتیں اُن کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں، اور اُن کی رُوح کو بخش دیں۔ ایک جانب لوگ بھجن گا رہے تھے، تو دوسری جانب

جمعیت علماء ہند دیوبند کے کچھ ذمہ دار ارکان تلاوتِ قرآن کریم کر رہے تھے۔"
(ماہِ طیبہ مارچ ۱۹۵۸ء کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ، بحوالہ اخبار سیاست
کانپور، بھارت - یکم فروری ۱۹۵۷ء)

○ "صوت الشرق" ایک ماہوار عربی رسالہ ہے، جو مصر میں ہندوستانی سفارت خانے (جس میں دیوبندی عالموں کی اکثریت ہوتی ہے) کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے نکلتا ہے۔ اس رسالے میں تمام مضامین ہندوستان سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس میں مصر کے ایک ممتاز ادیب استاذ عزیز فہمی کا ایک مقالہ ہے جس میں اس نے تمام تر زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ گاندھی جی نے جو سیاسی طریقہ اختیار کیا ہے، اس کی بنا پر وہ بیک وقت ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔ وہ قرآن پڑھتے ہوئے قتل کئے گئے" اس لیے وہ مسلمان شہیدوں میں سے ایک شہید ہیں (بلکہ)

فلهٗ عند الله مقام شهيدين اثنين لا شهيد واحد۔

(ترجمہ) "اس (گاندھی) کے لیے خدا کے ہاں دو شہیدوں کا ثواب ہے نہ کہ ایک شہید کا۔"

فقد صلّى الله على غاندهي هو وملائكته فما كان غاندهي
وما كانت حياته الّا نورٌ على نورٍ۔

(ترجمہ) "پس تحقیق خدا اور اس کے فرشتوں نے گاندھی پر درود بھیجا۔ گاندھی
اور اس کی زندگی نورٌ علیٰ نور تھی۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)
(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۴ فروری ۱۹۵۷ء)

دیوبندی مودودی ماہنامہ "تجلی" دیوبند (جس کا ایڈیٹر برادر زادہ شبیر احمد عثمانی فاضل دیوبند عامر عثمانی ہے) لکھتا ہے: "دنیا کی مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر ۱۳ جولائی کو جمہوریہ ہند کے صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب تشریف لائے۔ جناب صدر کی آمد سے قبل تقریباً دس روز تک دارالعلوم کے تمام

اسٹاف نے جس ذوق و شوق، تن دہی اور دلچسپی سے اپنے معزز مہمانوں کے استقبال کی تیاریاں کیں، ان کا تفصیلی بیان ایک دفتر چاہتا ہے ہمیشہ عید قربان دس بارہ روز کی چھٹیاں ہوا کرتی تھیں لیکن اس مرتبہ انہیں بھی ختم کرنا پڑا اور دفتر اہتمام سے آرڈر جاری ہوا کہ تمام سٹاف (راجیندر کے) استقبالی انتظام کی تکمیل میں پوری طرح مصروف رہے میرے (مدیر تجلی) اپنے کئی اقرباء مدرسہ میں ملازم ہیں۔ ان میں سے ایک کا ذوق و شوق کا عالم تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ علی الصبح مدرسہ تشریف لے جاتے اور رات تک ان کا پتہ ہی نہ چلتا۔ جمعہ کے دن دوپہر کا کھانا کھانے بمشکل تین بجے گھر آسکے۔ جی چاہا کہ پوچھوں کہ نمازِ جمعہ کی بھی چھٹی نہیں ملی۔ مگر چپ رہا کہیں ان کے مقدس جذبات کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ آخر جمعہ تو ساتویں روز آتے ہیں مگر صدر جمہوریہ (راجیندر) روز روز نہیں آتے۔ جلسے کی شرکت کے لیے انگریزی زبان میں نہایت نفیس دعوت نامے چھاپے گئے۔ جلسہ اس پنڈال میں ہوا جو ہزاروں سے زیادہ روپے خرچ وسیع دارالطلباء میں بنوایا گیا تھا۔ بہت شاندار معزز مہمان کی شان کے مطابق سب سے پہلے وطنی ترانہ پڑھا گیا تھا۔ اس وقت صدر جمہوریہ اور تمام اساتذہ و منتظمین (دیوبند) اور پورا مجمع کھڑا تھا۔ ترانے کے آخر تک سب کھڑے تھے اور پھر صدر محترم کی تقلید کرتے ہوئے سب بیٹھ گئے۔ اب (ترانے کے بعد) تلاوتِ قرآن سے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن کے وقت کھڑے ہونے کا رواج ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اس کا مقابلہ ترانہ کے آداب سے نہیں کرنا چاہیئے۔ تلاوت کے بعد نظمیں ہوئیں۔ گلزار صاحب نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بتلایا کہ اگر مولانا (حسین احمد مدنی مدظلہٗ) دین حجازی کے محیط و مخزن ہیں۔ تو صدر جمہوریہ دین غیر حجازی کے امام و شیخ ہیں۔ ایک ولی ہے تو دوسرا دھرماتما۔ دونوں ہی کے فیض و برکت سے جمہوری حکومت اپنے بیش بہا کام سرانجام دے رہی ہے۔ انور صابری صاحب

قومی وملکی خیالات کو جامۂ شعر پہنانے میں جس قدر مشاق ہیں، وہ مشاعرے سُننے والے حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ گاندھی جی کی مظلومانہ موت پر غالباً "باپو شہید" کے عنوان سے جو نظم انہوں نے کہی تھی، اس کا مقابلہ اس موضوع کی شاید کوئی نظم نہیں کر سکی۔ نظموں کے بعد حضرت (مولانا محمد طیب) مہتمم صاحب دارالعلوم نے سپاس نامہ پڑھا۔ سپاس نامہ کے اخیر میں اُمید ظاہر کی گئی ہے کہ جنابِ صدر جمہوریہ کی قدم رنجہ فرمائی۔ دارالعلوم کی تاریخ کا ایک تابناک نقش ہے، جس پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اس کے بعد محترم علماء نے رسمِ شکریہ ادا فرمائی۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ نے اس سلسلہ میں پانچ دس منٹ تقریر فرمائی۔ شیخ نے اپنی معروف صاف گوئی کو قائم رکھا اور فرمایا: ہم (دیوبندی) غریب ہیں، بے نوا ہیں۔ عالی جناب صدر جمہوریہ ...... (راجندر پرشاد) نے اپنی تشریف آوری سے نواز کر ہمیں حد درجہ ممنون فرمایا ہے۔ صدر جمہوریہ جلسہ ختم ہونے پر دیوبند سے روانہ ہو گئے۔ میں نے دیکھا اُن کی فراٹے بھرتی ہوئی کار کو صرف ایک نظر دیکھ لینے کے لیے سینکڑوں لوگ (دیوبندی) اس طرح بھاگ رہے تھے، جیسے قرنوں پہلے قیس ناقۂ لیلیٰ کی طرف بھاگا ہوگا۔ کیوں نہ بھاگتے آخر صدر جمہوریہ کی کار تھی۔ دارالعلوم نے اپنے محبوب صدر (راجندر پرشاد) کی آمد پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا .... (اور) جنابِ صدر نے اپنی جیبِ خاص سے نقد ایک ہزار روپیہ دیا۔

چنانچہ اگلے روز جناب مہتمم صاحب (قاری محمد طیب) نے نہ صرف یہ کہ کامیابی کی مٹھائی تقسیم فرمائی، بلکہ جلسۂ عام میں جناب صدر (جمہوریہ ہند) کی خوش اخلاقی، فراخ نظری، روحانیت، شفقت، جود و سخا، انسانیت پروری، حلم و رافت اور بندہ نوازی کو بڑے وزنی الفاظ میں نہایت مسرت و دلی جوش کے ساتھ سراہا۔

(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اگست ستمبر ۱۹۵۷ء)

ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کی زبانی دیوبند میں راجندر پرشاد کی ہنگامہ خیز

وجشن انگیز آمد کا حال سنیئے، اس سے وہابی توحید کے چند مزید اسرار آپ پر منکشف ہوں گے۔ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند رقمطراز ہے:

"۲۰ر جولائی ۱۹۵۷ء کی تاریخ دارالعلوم دیوبند میں وہ تاریخی دن تھا جب دارالعلوم میں عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب بالقابہ نے صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے قدم رنجہ فرمایا۔ پروگرام کے مطابق صبح کے ۸ بجے جب صدر جمہوریہ ہند اپنے سیلون سے برآمد ہوئے، تو حضرت مولانا مدنی اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب؛ جو سیلون کے دروازے کھڑے تھے، آگے بڑھے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کانگریسی نے ان حضرات کا تعارف کرایا۔ اولاً مولانا مدنی صاحب سے اور پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ سے صدر محترم نے مصافحہ کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے صدر کو ہار پہنایا۔ ۸ بج کر ۱ منٹ پر صدر محترم دارالعلوم (دیوبند) کے لیے اپنی کار میں روانہ ہوئے اسٹیشن سے لے کر دارالعلوم تک راستہ خیر مقدم کے لیے بنائے ہوئے خوشنما دروازوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ دیوبند اور قرب و جوار کے ہزاروں اشخاص سڑک پر دو رویہ صدر کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ دارالعلوم سے تقریباً ۳/۴ فرلانگ کے فاصلے تک طلبائے دارالعلوم کی دورویہ قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہند و بیرونِ ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ بنا دیئے گئے تھے جو متعدد ماٹو لیے ہوئے تھے۔ جب طلباء کو ان کی دلکش قطاروں کے درمیان سے صدر محترم کی کار گزرنا شروع ہوئی تو دیوبند کی فضا استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھی۔ کتب خانہ کے معائنہ کے بعد صدر جمہوریہ ٹھیک ۹ بجے استقبالیہ جلسہ میں شرکت کے لیے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ عظیم الشان اور حسین پنڈال مختلف گیلریوں میں تقسیم تھا۔ صدر محترم نے جونہی ڈائس پر قدم رکھا؛ پورا مجمع صدر (راجندر پرشاد) کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا مدنی نے صدر محترم کو پھولوں

ہار پہنایا۔ دار العلوم کی جانب سے اللہ اکبر۔ دار العلوم زندہ باد۔ صدر جمہوریہ ہند زندہ باد اور جمہوری ہندوستان زندہ باد کے نعروں سے صدرِ محترم کا خیر مقدم کیا گیا اور ضلع کے حکام کی جانب سے سرکاری رسم کے مطابق قومی ترانہ پیش کیا گیا جسے انگریزی سکول کے بچوں نے پڑھا۔ ترانہ ختم ہوتے صدر محترم اور پورا مجمع بیٹھ گیا اور جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی۔ سب سے پہلے دار العلوم کی جانب سے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے صدر محترم کی قدم رنجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج دار العلوم کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر محترم ہندوستان کی صرف ایک عظیم شخصیت ہی نہیں۔ بلکہ جنگ آزادی کے جانباز سپاہی بھی ہیں۔ آج وہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ کی قدم رنجہ فرمائی پر ہمیں مسرت ہے اور ہم اس کے لیے (راجندر پرشاد کے) شکر گزار ہیں۔ اس ترانہ و شکریۂ راجندر کے بعد تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ نظموں کے بعد حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے سپاس نامہ پڑھ کر سنایا جس میں دار العلوم کی باطنی روحانیت اور توکل و انابت وغیرہ پر صدر محترم کی توجہ دلائی گئی۔ صدر جمہوریہ کو یہ سپاس نامہ ایک منقش صندوقچی میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر صدر محترم جمہوریہ ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ دار العلوم کی جانب سے دوپہر کا کھانا صدر محترم کو ان کے سیلون میں کھلایا گیا۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور دوسرے متعدد حضرات کھانے میں شریک تھے۔"

(ماہنامہ دار العلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء)

دار الموحدین دیوبند میں راجندر پرشاد جیسے کافر و مشرک کا یہ عظیم الشان استقبال دیکھئے اور وہابیوں دیوبندیوں کی شانِ رسالت سے عداوت مسلمانوں سے بیزاری، کافر دوستی اور مشرک نوازی پر غور فرمائیے کہ خالص مسلمانوں کو تو یہ لوگ

محض "اغثنی یارسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرض کرنے پر مشرک، واجب القتل قرار دیتے اور ان سے بیزار ہوتے ہیں، مگر جو خالص مشرک و کافر ہیں۔ ان کے اعزاز و اکرام میں کیا کیا اہتمام کرتے ہیں اور رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن غلامانہ و نیازمندانہ تعلقات پر اہل سنت کو بدعتی و مشرک گردانتے ہیں خود وہی تعلقات نہرو اور راجندر پرشاد وغیرہ سے استوار کرتے ہیں۔

دیوبندی نجدی وہابیوں کی اسلام و پاکستان کے دشمنوں، کافروں، مشرکوں سے عقیدت و محبت اور تعلق کی کہانی، تو آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔ اب ذرا اُن کی خالص مشرک نوازی و کفر دوستی بھی ملاحظہ ہو:

○ "ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان فضل الرحمن سیٹھ بیڑی والے نے لکشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپیہ دیا اور اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو بطور ہدیہ مسرت اور دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان بھی کیا کہ مندر کے لیے شری لکشمی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بت) بھی ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔"

(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء / روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ء)

وہ کونسا مسلمان ہے جو اس ملعون حرکت کی مذمت نہ کرے گا؟ اور جس کا دل اس ناپاک اور قبیح شیطانی فعل پر نہ کڑھے گا؟ مگر بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینے اور فاتحہ پڑھنے کے جرم میں مسلمانوں کو قبر پرست اور پیر پرست اور روضۂ مقدسہ کو بتوں سے تشبیہ دینے والے دیوبندیوں وہابیوں کی توحید کی داد دیجیے کہ انہوں نے نام نہاد مسلمان فضل الرحمن غدار اسلام کے اس شیطانی ڈرامہ کی مذمت کرنے اور اس پر اظہار نفرت کی بجائے اس کی تحسین کی ہے۔ چنانچہ لائلپور (فیصل آباد)

کے ایک دیوبندی وہابی اخبار "پاکستانی" نے ۱۵ ستمبر کی اشاعت میں اسے "مسلمانوں کی روایتی ایثار پیشگی" سے تعبیر کیا ہے۔ گویا دیوبندیوں کے نزدیک معاذاللہ مسلمان پہلے ہی سے مندر و بت شکنی کی بجائے مندر و مورتی سازی اور بت فروشی کرتے چلے آئے ہیں، حالانکہ کوئی باغیرت سچا مسلمان مجاہد اس شیطانی فعل کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ یہ شرک نوازی و کافر دوستی تو "وہابی توحید" ہی کے حصّہ میں آچکی ہے۔ پھر پاکستانی دیوبندیوں پر ہی یہ بات ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ ہندوستانی دیوبندی بھی فضل الرحمٰن کی توحید اور اس کے فعل کی تحسین کرتے ہیں۔ چنانچہ ماہنامہ "تجلّی" دیوبند رقمطراز ہے:

"فضل الرحمٰن کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی ہے تو ہم کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تبصرہ ہے جو علماءِ حقّہ (دیوبند) کے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان "الجمعیۃ" (ہند) نے اس پر فرمایا ہے کہ

○ "ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر چشمی، یہ وسیع النظری اور یہ رواداری، سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے؟" (الجمعیۃ ۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

تجلّی (دیوبند) "غور طلب امر یہ ہے کہ اگر مسلمان صاحب مذکور کا یہ کارنامہ سیر چشمی، وسیع النظری اور رواداری جیسے بلند و برتر الفاظ سے نوازے جانے کے قابل ہے تو اس وقت ہمارے علماءِ دیوبند اپنے بلند جمہوری و قومی جذبات کا اظہار کن لفظوں میں کریں گے، جب یہ مسلمان صاحب یا اور کوئی صاحب مارے سیر چشمی کے، مورتی کے سامنے بھجن گا کر سجدے میں گر جائے گا یا باقاعدہ طور پر اعلان کرے گا کہ میں آج سے اپنا تخلّص موہن داس رکھتا ہوں اور نماز فجر کے بعد روزانہ ایک گھنٹہ مورتی کے آگے سیس نواؤں گا اگر آپ علماءِ دیوبند ہی بُت پرستی اور کفر و شرک سے تعاون و تعامل کی ترغیب دینے لگ

جائیں، تو اس کے بعد آخر گمراہی و دین فروشی کا کونسا درجہ باقی رہ جاتا ہے؟

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیح شیخ
بُت کدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

(تجلی دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی وہابی علماء کی کانگرس / نہرو اور گاندھی و دیگر ہندو مشرکین کے ساتھ محبت کا مظاہرہ آپ نے دیکھا اور ان لوگوں کی بلادِ عرب میں نہرو حکومت کی تبلیغ کے متعلق بھی پڑھ لیا۔ ان مُلّاؤں نے دشمنِ اسلام و دشمنِ پاکستان بھارتی حکومت کی تبلیغ کرتے ہوئے مشرک لیڈروں نہرو گاندھی وغیرہ کو بڑھا چڑھا کر دیگر بلاد میں پیش کیا ہے اور اس کے جو نتائج و اثرات نکلے اور دوسرے ممالک کے باشندوں پر جو اثر ہوا ہے، اس کے متعلق نمائندۂ "کوہستان" مقیم بغداد رقمطراز ہے:

○ "حقیقت میں دیارِ عرب میں ہندوستان کا پروپیگنڈا (دیوبندیوں کی بدولت) بہت زبردست ہے۔ یہی سبب ہے کہ عرب لوگ ہندوستان کی محبت میں بہت غلو کر گئے ہیں اور ہندوستانی لیڈروں کو مقدس ہستیاں تصور کرتے ہیں۔ جب پنڈت جواہر لال نہرو ارضِ مقدس کا دورہ کرنے گئے تھے تو انہیں "رسول السلام" کے لقب سے نوازا گیا تھا اور یہاں (بغداد) کے اخبارات نے جلی سرخیوں سے الحاج نہرو لکھا تھا اور اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا گیا۔ جب کبھی اخبارات پنڈت نہرو کے بارے میں کوئی خبر شائع کرتے ہیں، تو اُس کا فوٹو ضرور چھاپتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُن کو ایک غیر مسلم سے کتنی محبت ہے؟ میرے ایک شاگرد کہنے لگے: وَاللہ نہرو عظیمٌ وَھُوَ رجلٌ دینٌ۔ (خدا کی قسم نہرو عظمت والا ہے اور وہ بہت اچھا آدمی ہے۔)

(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۴ رفروری ۱۹۵۷ء)

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۶ء میں رئیس امروہوی نے ایک شعر میں طنزاً نہرو کو نیم حاجی لکھا تھا ؎

عرب کی خاک پر تقدیر نے پہنچا دیا اُن کو
بنے پنڈت جواہر لال نہرو نیم حاجی بھی

مگر یہاں دیکھئے کہ کافر نہرو کو پورا الحاج بنا دیا گیا ہے۔ رئیس امروہی کی ایک اور رُباعی نہرو کے دورۂ نجد کے متعلق سُن لیجئے۔ لکھتے ہیں ؎

جَپ رہا ہے آج مالا ایک پنڈت کی عرب
برہمن زادے میں شانِ دلبری ایسی تو ہو
حکمتِ پنڈت جواہر لال نہرو کی قسم
مر مٹے اسلام جس پر کافری ایسی تو ہو

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

دیوبند کے سرخیل مولویوں کی اسلام اور پاکستان دشمنی کی مختصر مگر گھناؤنی حکایات درج کی گئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ رہنمائی کے لیے مزید حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

ابوالکلام آزاد : اس شخص کو خلاقِ کائنات نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا، لیکن سیہ بختی! کہ اس نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ہندو نوازی، اسلام و پاکستان دشمنی میں صَرف کر دیں۔ کانگرس کے صدر کی حیثیت سے مُسلم دشمن کارناموں کی وجہ سے قائدِ اعظم سے "شو بوائے" کا خطاب پایا، جسے تاریخ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ "آزاد" نے پاکستان کے خلاف زہر اُگلتے ہوئے کہا:

○ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ "پاکستان" کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصّہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک۔

علاوہ ازیں میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کی اسکیم شکست خوردگی کی ایک واضح علامت ہے۔ اس کی تعمیر جس بنیاد پر رکھی گئی ہے ــــ وہ ہے یہودیوں کے وطن کی مثال۔"

("تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری لاہور ۱۹۷۵ء۔ ص ۴۵۱)
("آزادیٔ ہند" مترجم رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۲۷)

○ ابوالکلام آزاد کی موت پر ہندو روئے اور خوب روئے۔ پنڈت پنت نے درد سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا:

"مولانا ایسے لوگ پھر کبھی نہ پیدا ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔"

اور بقول شورش کاشمیری "راجندر بابو نے آنسوؤں کی سیل میں بھگو کر پھول نچھاور کیے۔ پنڈت نہرو نے گلاب چھڑکا، تو بے اختیار ہو گئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جب مٹی دینے لگے، تو بلک بلک کر رو رہے تھے۔ راجندر بابو دمہ کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویر یاس بنے کھڑے تھے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ آج ۴۰ سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔"

("بیس بڑے مسلمان" از عبدالرشید ارشد لاہور ۱۹۷۵ء ص ۷۷۲،۷۷۶،۷۱۶)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ "مسلمان اور کانگرس" از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ آزاد بک ڈپو لاہور
۲۔ "اقبال کے آخری دو سال" از عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۹
۳۔ "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی کراچی ۱۹۵۷ء، ص ۳۴۱
۴۔ "نوادر ابوالکلام" از عبدالغفار شکیل مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۲ء ص ۲۱ تا ۲۵/۴۱
۵۔ "ارمغان آزاد" ج ۱ از ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۷۳ تا ۷۵/۱۹۷
۶۔ "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" ص ۲۱۳

۷۔ "مولانا آزاد اور اُن کے ناقد" از ایم اے شاہد، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء ص ۳۴
۸۔ "آزادیٔ ہند" از رئیس احمد جعفری، ص ۱۴۴ تا ۱۴۶
۹۔ "عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۹۰
۱۰۔ "آزادی کی کہانی، میری زبانی" از سردار عبدالرب نشتر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۸۴)
۱۱۔ "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء ص ۷۶۵
۱۲۔ "ظفر علی خاں اور اُن کا عہد" از عنایت اللہ نسیم سوہدروی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۵۱، ۱۵۲
۱۳۔ "چمنستان" از مولانا ظفر علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء ص ۱۵۱-۱۵۲

مولوی مودودی: سوادِ اعظم سے ہٹ کر اپنے مخصوص مذہبی و سیاسی نظریات کے پرچارک کا ارشادِ گرامی بھی سُن لیجئے:

○ "افسوس کہ لیگ کے قائدِ اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ لوگ مُسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔"

۱۔ "معیّا ابوالاعلیٰ مودودی" از ابوالآفاق، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۴۹
۲۔ "ہمارے سیاست دان" از محمد موسیٰ بھٹو، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۷۹ء ص ۲۰
۳۔ "تحریک جماعتِ اسلامی" از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۴۷
۴۔ "لیڈرانِ کرام" از ریاض بٹالوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۵۶

"کوئی شخص یہ خیال نہ کرلے کہ ہم کانگرس سے تصادم چاہتے ہیں ہرگز نہیں ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے تو ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگرس کا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس مشترک مقصد کے لئے بالآخر کانگرس ہی کے ساتھ تعاون کرنا ہے"
("مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ اول، ص ۲۴)

○ "۱۹۴۶ء میں مَیں اور راجہ غضنفر علی خان، قائدِ اعظم کا پیغام لے کر مولانا مودودی کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پاکستان کے لیے دُعا کریں۔ تو مولانا نے کہا: آپ میرے پاس "ناپاک ستان" کے لیے دُعا کروانے آئے ہیں ۔؟ اگر کسی کو میری باتوں سے اختلاف ہو تو عدالت میں اس معاملے کو لے کر جائے۔ میں ان سب باتوں کو ثابت کروں گا"

(روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۲ دسمبر ۱۹۸۴ء) (سردار شوکت حیات خان)

○ **مودودی فتویٰ**، "خواہ اَن پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں، یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ..... اسلام کی رُوح سے ناواقف ہونے میں یہ سب یکساں ہیں۔" (تفہیمات صـ۳۸)

○ "یہ انبوہِ عظیم (حامیانِ پاکستان) جس کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔" (سیاسی کشمکش حصّہ دوم صـ۱۳۰)

"مولانا مودودی نے سب سے پہلے گاندھی کی سوانح عمری لکھی۔"

(ندائے اہلِ سنت لاہور صـ۱۱ ۱۵ تا ۳۱ جولائی ۱۹۹۳ء)

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں،

۱۔ "تحریک آزادئ ہند اور مسلمان" حصّہ دوم از مولانا مودودی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء صـ۴۶

۲۔ "اسلام اور پاکستان" از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، صـ۱۲)

۳۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، صـ۳۵۲

۴۔ تاریخ نظریہ پاکستان" 〃 〃 〃 〃 〃

۵۔ پرچہ "کوثر" لاہور، شمارہ ۱۷ رجون ۱۹۴۷ء

〃 〃 〃 〃 ۱۳ رجون ۱۹۴۷ء

۶- "سیاسی جماعتیں طلباء کی عدالت میں" از اشرف رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۴۳
۷- "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی" از ممتاز علی عاصی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۵۷
۸- "مکاتیب نواب بہادر یار جنگ" مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۳۸-۲۵۶
۹- "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۴ء، ص ۲۶۱
۱۰- "علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز، مودودی اور تحریک پاکستان" از چوہدری حبیب احمد، مطبوعہ فیصل آباد، ۱۹۷۲ء، ص ۲۵۸
۱۱- "ترجمان القرآن" ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ (لاہور)
۱۲- "سرگزشت پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۲۰۸
۱۳- "روزنامہ نوائے وقت" لاہور، ۱۵ر جولائی ۱۹۵۵ء (اداریہ)
۱۴- "ترجمان القرآن" لاہور جمادی الآخر ۱۹۷۴ء
۱۵- "دیوبندی مذہب" از مولانا غلام مہر علی، مطبوعہ چشتیاں، ۱۹۵۹ء

مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی دیوبندی:

یہ صاحب تا زیست قولاً، فعلاً، عملاً کانگرسی رہے۔ وہ کانگرس سے دُور رہ کر مجلس احرار کے قیام کو بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے تعلقات غیر مسلموں سے اتنے وسیع تھے کہ شاید ہی اس دور میں کسی نیشنلسٹ مسلمان کے ہوں؛ مولانا کے صاحبزادے عزیز الرحمٰن لدھیانوی لکھتے ہیں:

○ "انقلاب پسند انکے ارادت مند، دہشت پسندان کے گرویدہ، کمیونسٹ ان کے مداح، سکھ ان کے نام لیوا، ان کی نجی صحبتوں میں ایسے ایسے لوگ دیکھے، جن کی شانِ نزول معمولی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔"

("جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین" حصہ سوم، از عزیز الرحمٰن لدھیانوی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء، ص ۱۴۳)

"میرٹھ میں تقریر کرتے ہوئے اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے ہوئے اور غصہ سے ہونٹ چباتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

○ " دس ہزار جینا (محمد علی جناح) اور شوکت (ضیغم اسلام مولانا شوکت علی) اور ظفر (مولانا ظفر علی خان) جواہر لال نہرو کی جوتی پر قربان کئے جا سکتے ہیں"

(چمنستان، مولانا ظفر علی خان، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵) مزید معلومات کے لیے

۱- "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۹۸ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۲ر جنوری ۱۹۴۷ء

۲- "آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء، ص ۲۰۴

۳- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۲ء

۴- "بوئے گل نالۂ دل، دُودِ چراغ محفل" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۳۴۳ - ۳۴۴ از شورش کاشمیری

۵- "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۴، ۵۷۵

۶- "چمنستان" از مولانا ظفر علی خان ص ۱۹۷

۷- "جنگِ آزادی کے مسلم مجاہدین" ص ۱۵

۸- "حیاتِ امیرِ شریعت" از جانباز مرزا لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۵۴

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی

شاہ جی نے تحریکِ خلافت، ترکِ موالات و دیگر تحریکوں اور تنظیموں میں کام کیا، لیکن ان کی شہرت کی معراج مجلسِ احرار تھی، جس کے پلیٹ فارم سے وہ ایک کامیاب و مقبولِ عام مقرر کی حیثیت سے ابھرے لیکن مقامِ افسوس ہے کہ شاہ جی کے نظریات سوادِ اعظم سے ہٹ کر کانگرس سے ملتے تھے اور کانگرس کی حمایت میں تمول

نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شاہ جی نے قائدِ اعظم، مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی جی بھر کر مخالفت کی۔ اُن کی جادو بیانی اور خوش الحانی کانگرس کے پلڑے میں ہی رہی اور مسلم لیگ اُن کے نزدیک قابلِ گردن زدنی رہی۔ ان کی پاکستان دشمنی کے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں:

امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے شاہ جی نے مسلم لیگ کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

○ "جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے، وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔"

("چمنستان" از مولانا ظفر علی خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵)

"پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینوں تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں۔ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے لیے مہلک بلکہ ہلاکت آفریں اور فلاکت خیز بتایا ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں۔ میری سمجھ میں تو پاکستان کے حق میں کوئی دلیل نہیں آئی۔"

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۵۹۶)

پسرور احرار کانفرنس ۱۹۴۶ء میں شاہ جی نے فرمایا:

"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا، جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔"

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" ص ۸۸۳-۸۸۴ مطبوعہ ۱۹۶۶ء)

مزید معلومات کے لیے مطالعہ کریں:

۱۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء، ص ۲۷۴ - ۲۷۵

۲۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری ۱۹۷۰ء، ص ۳۹۹

۳۔ "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء۔ ص ۳۸۴ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۵ - ۳۸۶

۴۔ "آہنگ بازگشت" از مولوی محمد سعید، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۹۷، ۹۸، ۹۹
۵۔ "حیات امیرِ شریعت" از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۳۳۸
۶۔ "کاروانِ احرار" ج ۶، از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۳۸۹
۷۔ "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۸۹
۸۔ "اقبال کے دینی اور سیاسی افکار" از سید نور محمد قادری
مطبوعہ گجرات ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۵
۹۔ "جب امرتسر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار احمد، مطبوعہ لاہور
طبع سوم، اگست ۱۹۸۲ء، ص ۵۱

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی:

جمعیت علمائے ہند نے قوم پرستی کا نعرہ پورے زور شور سے لگایا اور اپنا سارا زور کانگرس کے پلڑے میں ڈالا۔ توان بے بصیرت اور بے شعور علماء دیوبند کے سرخیل مولوی حسین احمد مدنی تھے۔ وہ جامہ جالوس میں عجیب دوئی اور تضاد کو چھپائے ہوئے تھے اور دوہری وفاداری کے قائل تھے۔ اسلام سے وفاداری اور بطور ہندی قوم ملک ہند سے وفاداری۔ قائد اور مسلم لیگ کے بارے میں وہ داڑھی اور نماز کا پیمانہ استعمال کرتے تھے اور بزعم خویش قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہنے اور ماننے والے مسلمانوں کی قیادت کا سزاوار نہیں گردانتے تھے۔ گاندھی اور نہرو متعلقات کے معاملے میں وہ اسلام کو ایک نجی معاملہ قرار دیتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے تین بلیغ اور جامع اشعار لکھ کر سرخیل دیوبند و کانگرس مولوی حسین احمد مدنی کا تمام علمی تبحر ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا ؎

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(مجلہ "مرغزار" قائداعظم نمبر ۱۹۷۶ء، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ ص ۱۷۶-۱۷۸)

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار آج تک دیوبندیوں کی چھاتیوں کا قابوس بنے ہوئے ہیں۔ سٹپٹانے کے سوا ان کے ہاں کوئی چارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندی حضرات نے اپنی خفت چھپانے کے لیے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اپنا وظیفہ حیات بنا رکھا ہے۔ مگر ابھی تک وہ مولوی حسین احمد مدنی کے بے بصیرت داغ دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

ماہنامہ "الرشید" ساہیوال کے "اقبال نمبر و مدنی نمبر" ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی کے "اقبال نمبر" میں مولوی مدنی کے پیروکاروں نے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جی بھر گالیاں دی ہیں اور اپنے خبث باطنی کو سب پر عیاں کر دیا۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۳ر اکتوبر ۱۹۸۰ء۔

۲۔ "اقبال کا آخری معرکہ" از سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۔ "اقبال اور محبت رسول" از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۱ء

۵۔ "اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

حسین احمد مدنی نے دو قومی نظریہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور متحدہ ہندوستان کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ ● "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی سب شامل ہیں۔ حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسی مشترکہ آزادی، اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام

اِس کی اجازت دیتا ہے۔"

"تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری، لاہور، ۱۹۷۸ء

مدنی کی ہند ونوازی: احمد علی دیوبندی لاہوری کی روایت ہے:

○ جب مولوی مدنی آخری حج سے تشریف لارہے تھے، تو ہم اسٹیشن پر شرفِ زیارت کے لیے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو ضرورتِ فراغت لاحق ہوئی، وہ رفع حاجت کیلئے گئے اور اُلٹے پاؤں با دلِ نخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں اِدھر اُدھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے، جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا کہ مولانا! میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اُٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا، یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔" (بیس بڑے مسلمان، ص ۵۱۴، ۵۱۵)

کانگرسی مولوی اور حرام خوری کا چسکا:

حبیب الرحمٰن لدھیانوی احراری کے صاحبزادے عزیز الرحمٰن لدھیانوی جامعی اپنی کتاب "رئیس الاحرار حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ" مطبوعہ ۱۹۷۱ء میں عطاء اللہ شاہ بخاری کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"پنڈت موتی لال نہرو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الٰہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لال جی کے یہاں پہنچے، تو پنڈت موتی لال جی نے خود شاہ صاحب

کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت کی چائے بنا کر پلائی۔"
(تحریکِ پاکستان اور نیشلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد، ص۴۹۶)

۱۹۴۵ء میں مولوی داؤد غزنوی بطورِ صدر کانگرس صوبہ پنجاب (جھنگ) تشریف لے گئے۔ تو اُن کا کھانا پینا، نماز اور عبادت سب لالہ کشوری لال وکیل کے ہاں تھی۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ ہندو تو ہمارے ساتھ کھانا پینا حرام سمجھتے ہیں۔ آپ اُن کے ہاتھوں سے وضو اور اُن کی چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "اسلام میں تو اس کی مناہی نہیں ہے۔"
(مشکلاتِ لا الٰہ، از شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ، مطبوعہ جھنگ ۱۹۸۱ء ص۱۰۵)

مولوی حسین احمد مدنی کا ایک انٹرویو:

○ "جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لیے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ کی پالیسی ہندوستان اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ان حالات میں مسلم لیگ سے ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔"
(اداریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء)

یہاں ایک اور بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی صاحب کھدر پوشی اور گاندھی کی اتباع میں اتنا غلو کرتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہٗ لکھتے ہیں:

○ "سندھ کے فاضل جلیل مولانا ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ راقم سے فرماتے تھے کہ مولوی حسین احمد مدنی سندھ آئے اور یہاں بھرے مجمعوں میں عمامے (عمامے پگڑی) اُتروا کر کھدر کی ٹوپیاں پہنوائیں۔"
("تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم"، ص۱۲۴)

"حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لباس کے معاملے میں سخت گاڑھا کھدر پہننے میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ ساری عمر کھدر پہنا اور اس کے علاوہ اور بھی اشیاء دیسی استعمال کرتے تھے اور ملنے جلنے والوں سے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ وہ دیسی کپڑا پہنیں اور دیسی اشیاء استعمال کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیسی لباس کے بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی میت کو لٹھے وغیرہ کا کفن دیا جاتا تو اس کا جنازہ تو پڑھ لیتے، مگر پڑھاتے نہیں تھے۔" (بیس بڑے مسلمان" ص۹۴)

لیکن صد افسوس کہ زندگی بھر غیر ممالک کی بنی ہوئی گاڑیوں میں سوار ہو کر پورے برِ صغیر میں کانگرس کی نمک حلالی اور پاکستان دشمنی کا حق ادا کرتے رہے۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مطالعہ فرمائیں،

۱۔ "متحدہ قومیت اور اسلام" از حسین احمد مدنی مطبوعہ لاہور ۱۹۴۵ء، ص ۴

۲۔ کاروانِ احرار ج ۳، از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ص ۲۴۴

۳۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۳ / اکتوبر ۱۹۸۰ء

۴۔ "قائدِ اعظم میری نظر میں" از مرزا ابو الحسن اصفہانی
شاہکار ایڈیشن لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰

۵۔ "آزادیٔ ہند" از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۶، ۱۵۱

۶۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۲۵۱

۷۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۴ / اپریل ۱۹۴۵ء

۸۔ "بہاول پور کی سیاسی تاریخ" از شہاب دہلوی، مطبوعہ بہاولپور
۱۹۷۷ء، ص ۱۲۹ تا ۱۳۴

۹۔ روزنامہ "کوہستان" لاہور، ۱۷ / اگست ۱۹۶۷ء

۱۰۔ عظیم قائد عظیم تحریک" ص ۲۷۵

۱۱۔ "قائداعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ص ۶۶۰
۱۲۔ "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی
سنہ ۱۹۷۱ء، ص ۱۶۶، ۱۹۱، ۱۷۴

تحریک پاکستان میں اہل حدیث حضرات نے جو کردار ادا کیا، اس کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں،

۱۔ "الحیات بعد الممات" از مولوی فضل حسین بہاری، مطبوعہ مکتبہ شعیب، حدیث منزل، کراچی سنہ ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۴ تا ۱۴۰،
۲۔ "بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد" مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۹ء، ص ۲۹۷
۳۔ "تاریخ اہل حدیث" مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۰ء ص ۴۲۱
۴۔ "جنگ آزادی سنہ ۱۸۵۷ء" مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۷۶ء ص ۴۱۰
۵۔ "اہل حدیث کا مذہب" مطبوعہ لاہور، سنہ ۱۹۵۵ء ص ۱۰۷
۶۔ "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ص ۲۱۲/۲۹
بحوالہ "جنگ آزادی" از پروفیسر محمد ایوب قادری ص ۶۴، ۶۵
و "حیات سید احمد شہید" از محمد جعفر تھانیسری، مطبوعہ کراچی (مقدمہ)
سنہ ۱۹۶۸ء ص ۲۵، ۲۶
۷۔ رسالہ "اشاعۃ السنۃ" ج ۸، شمارہ ۹، ص ۲۶۲
بحوالہ "حیات سید احمد شہید" (مقدمہ) ص ۶۷
۸۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۸۲ء
۹۔ "مشکلات لا الٰہ" از شیخ محمد سعید، ص ۱۰۸
۱۰۔ "بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغ محفل" از شورش کاشمیری، ج ۱،
مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۲ء، ص ۳۴۳

۱۱۔ "تاریخ وہابیہ" از مولانا محمد رمضان علی قادری، مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۷

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں!
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

۲۱-۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں صد سالہ جشنِ دیوبند منایا۔ ایک مشرکہ عورت اِندرا گاندھی کو کرسیٔ صدارت پر بٹھایا اور اندرا گاندھی زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اندرا گاندھی نے دیوبندیوں سے انتہائی پیار کا اظہار کیا۔ اس جشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے بھارتی ریڈیو۔ ٹی۔ وی، اخبارات، رسائل، ریلوے وغیرہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔ بھارتی محکمہ ڈاک و تار نے اس موقع پر ۳۰ پیسے کا ایک یادگار ٹکٹ جاری کیا، جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر نمایاں تھی۔ اندرا حکومت نے جشنِ دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کر کے دیوبند سے دلی محبت کا اظہار کیا۔ پچاس ہزار دیوبندی، اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی کی روٹیاں کھاتے رہے اور کئی دیوبندی ہندوؤں کے گھروں میں چار چار دن تک ٹھہرے رہے۔ مسلمانوں کی قاتلہ، مشرکہ عورت اندرا گاندھی کے علاوہ دیوبند کے اسٹیج پر مسٹر راج نرائن، جگ جیون رام، مسٹر بہوگنا جیسے مشرکوں نے بھی اپنے قدم ٹکائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ دیوبندی ٹولہ جو اپنے آپ کو توحید کا پرستار اور ٹھیکیدار سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک جانتا ہے، اس دیوبندی ٹولے نے مسلمانوں کے دشمن، اسلام و پاکستان کے دشمن، کافروں مشرکوں کو اپنے جشن دیوبند کا صدر بنا کر تقریبات کا افتتاح اُن کے ناپاک ہاتھوں سے کرایا (نہایت افسوس کہ پورے ملک میں صدارت کے لیے اُنہیں کوئی مسلمان نظر نہ آیا) کتنا عجیب منظر ہے کہ نہرو کافر کی کافرہ مشرکہ بیٹی بن سنور کر بے پردہ دیوبند کے اسٹیج پر براجمان ہے ـــ اور جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرک و بدعت کہنے والی ان رندوں کی ٹولی کو

مست بنا رہی ہے ؎

تیری آواز کا جادو تو چلا محفل پر
کچھ تو وہ تھے جنہیں تیری ادا مار گئی

دیوبندی مولوی اس نازنین دیوی پرست مشرکہ کے قدموں میں بیٹھے اپنی دفا کے گلدستے نچھاور کر رہے ہیں اور طویل ترین داڑھیاں ہلا کر نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ ہے ان کھدّر پوش بھگوانوں کی توحید پرستی کی رنگین کہانی!

نہ اِدھر اُدھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا؟
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

اِندرا گاندھی تالیوں کی گونج اور زندہ باد کے نعروں کی گرج میں دیوبند کے اسٹیج پر براجمان ہوئی (جہاں صرف علماء کو ہونا چاہیے تھا) بانی مدرسہ دیوبند کے نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اندرا دیوی کو "عزت مآب وزیر اعظم ہندوستان" کہہ کر خیر مقدم کیا اور اسے بڑی بڑی ہستیوں میں شمار کیا۔ اِندرا رانی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ

"ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے دارالعلوم دیوبند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے"
علاوہ ازیں جشنِ دیوبند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی رہنمائی و متحدہ قومیت کے کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔ بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالہ سے دیوبند کو آزادیٔ (ہند) کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء)

تصویر: روزنامہ جنگ، کراچی ۳ اپریل ۱۹۸۰ء کی ایک تصویر میں دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک ننگے منہ، ننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

"مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں"
روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۰ء کی تصویر میں ایک مولوی کو اندرا گاندھی کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

"مولانا راحت گل، مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آرہے ہیں"

سنجے گاندھی کی دعوت: اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی نے کھانے کا وسیع انتظام کر رکھا تھا۔ سنجے گاندھی نے تقریباً پچاس ہزار افراد (دیوبندیوں) کو تین دن کھانا دیا، جو پلاسٹک کے لفافوں میں بند ہوتا تھا۔ بھارتی حکومت کے علاوہ وہاں کے غیر مسلم باشندوں، ہندوؤں اور سکھوں نے بھی دارالعلوم کے ساتھ تعاون کیا۔

(روزنامہ امروز، لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

ہندوؤں کا شوقِ میزبانی: کئی ہندو بیس (دیوبندی علماء) کو ہندو اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے، جہاں وہ چار دن ٹھہرے۔

(روزنامہ "امروز" لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

بھارتی حکومت نے جشنِ دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے، جبکہ ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم نے اس مقصد کے لیے اکٹھے کیے۔

(روزنامہ "امروز" لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

مرکزی حکومتِ ہند نے قصبہ دیوبند کی نوک پلک درست کرنے کے لیے ۳۰ لاکھ روپے کی گرانٹ الگ مہیا کی۔ روٹری کلب نے ہسپتال کی صورت میں اپنی خدمات پیش کیں، جس میں دن رات ڈاکٹروں کا انتظام تھا۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، ۱۲ اپریل ۱۹۸۰ء)

ہنگامی طور پر جلسہ کے گرد متعدد نئی سڑکوں کی تعمیر کی گئی اور بجلی کی ہائی پاور لائن مہیا کی گئی۔ بھارتی کسٹم اور امیگریشن حکام کا رویہ بہت اچھا تھا۔ انہوں نے

مندوبین کو کسی قسم کی تکلیف نہیں آنے دی۔ (روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

تقریبات جشن کے انتظامات وغیرہ پر ۷۵ لاکھ سے زائد رقم خرچ کی گئی۔
پنڈال پر چار لاکھ سے بھی زیادہ کی رقم خرچ ہوئی۔ کیمپوں پر ساڑھے چار لاکھ سے بھی
زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ بجلی کے انتظام پر تین لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔
(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۲ اپریل ۱۹۸۰ء / روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

مفتی محمود نے اسٹیج پر مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے دہلی جانے
اور ویزے جاری کرنے کے لیے کہا، اس پر اندرا گاندھی نے ہدایت جاری کی کہ جو چاہے
اسے ویزا جاری کر دیئے جائیں، چنانچہ بھارتی حکومت نے دیوبند میں ویزا آفس کھول دیا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)

زائرین دیوبند جشن دیوبند میں شرکت کے علاوہ واپسی پر وہاں سے بے شمار
تحفے تحائف بھی ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں کھیلوں کا سامان، ہاکیاں اور کرکٹ گیندوں کے
علاوہ سیب، گنے، ناریل، کیلا، انناس، کپڑے، جوتے، چوڑیاں، چھتریاں اور
دوسرا سینکڑوں قسم کا سامان شامل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ چند ایک زائرین اپنے ہمراہ
لکڑی کی بڑی بڑی پائینتیاں بھی لاہور لائے ہیں۔

(روزنامہ "مشرق" لاہور، روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)

وقار انبالوی: مولانا احتشام الحق صاحب (تھانوی) کا یہ کہنا ع

"بہ دیوبند مسز اندرا، ایں چہ بوالعجبی است"

کی وضاحت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو اب تاریخ دیوبند کا ایسا موڑ بن گیا ہے کہ مؤرخ اسے
کسی طرح نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے دامن سے یہ داغ شاید ہی مٹ سکے۔ وقتی
مصلحتوں نے علمی غیرت اور حمیتِ فقر کو گہنا دیا تھا۔ اس فقیر کو یاد ہے کہ "متحدہ قومیت"
کی ترنگ میں ایک مرتبہ بعض علماء سوامی سردھانند کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھانے

کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں، لیکن دو برس بعد اسی سردھانند نے مسلمانوں کو شدھ کرنے یا پھر بھارت سے نکالنے کا نعرہ بھی لگایا تھا۔

(سر راہے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۸۰ء)

قہرِ خداوندی: دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے بعد سے ایک خانہ جنگی شروع ہوئی، جو برابر جاری ہے اور اس عاجز کے نزدیک وہ قہر و عذاب خداوندی ہے۔ راقم سطور تقریباً ساٹھ سال سے اخبارات بھی و رسائل کا مطالعہ کرتا رہا ہے، ان میں وہ رسالے اور اخبارات بھی ہوتے ہیں، جن میں سیاسی یا مذہبی مخالفین کے خلاف لکھا جاتا تھا اور خوب خبر لی جاتی تھی، لیکن مجھے یاد نہیں کہ ان میں سے کسی کے اخلاقی مضامین میں شرافت کو اتنا پامال اور رذالت و سفالت کو ایسا استعمال کیا گیا ہو، جیسا کہ دار العلوم دیوبند سے نسبت رکھنے والے ان "مجاہدین قلم" نے کیا ہے۔ پھر ہماری انتہائی بدقسمتی کہ ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو دار العلوم کے "سند یافتہ فضلاء" بتائے جاتے ہیں۔" (ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ۔ فروری ۱۹۸۱ء)

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۸۱ء)

تلاوت و ترانہ کے بعد اسٹیج پر کچھ غیر معمولی حرکات کا احساس ہوا، اس لیے کہ شریمتی اندرا گاندھی اجلاس میں آ رہی ہیں۔ اسٹیج پر موجود تمام عرب وفود دو زانو ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اندرا گاندھی، ان سب کے خوش آمدید کا مسکراہٹ سے جواب دیتے ہوئے آئیں۔ انہیں مہمانِ خصوصی کی کرسی پر جو صاحب صدر اور قاری محمد طیب کی کرسیوں کے درمیان تھی، بٹھایا گیا (جبکہ دیگر بڑے بڑے علماء بغیر کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے) شریمتی کو دیکھنے کے لیے زبردست ہلچل مچی۔ تمام حاضرین اور خصوصاً پاکستانی شرکاء شریمتی کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ شریمتی ایک مرصّع اور سنہری کرسی پر لاکھوں لوگوں کے سامنے جلوہ گر تھیں۔ شریمتی نے سنہری رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ میں ہلکے رنگ کا ایک بڑا سا پرس تھا۔

قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے دوران مصر کے وزیر اوقاف عبداللہ بن مسعود نے شریمتی اندرا گاندھی سے ہاتھ ملایا۔ نیز شریمتی اور مفتی محمود صاحب تھوڑی دیر اسٹیج پر کھڑے باتیں کرتے رہے۔ بعض شرکاء دیوبند کا کہنا ہے کہ اندرا گاندھی بن بلائی آئی تھی۔ اگر یہ درست مان لیا جائے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے مہمانِ خصوصی کی کرسی پر کیوں بٹھایا گیا ہے؟ تقریر کیوں کرائی گئی؟ چرن سنگھ اور جگ جیون رام وغیرہ نے ایک مذہبی اسٹیج پر تقاریر کیوں کیں؟ کیا یہ سب کچھ دار العلوم دیوبند کے منتظمین کی خواہش کے خلاف ہوتا رہا؟ دراصل ایک جھوٹ چھپانے کے لیے انسان کو سو اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ کاش علماء کو خدا سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک پاکستانی ہفت روزہ میں مولانا عبدالقادر آزاد نے غلط اعداد و شمار بیان کیے ہیں۔ یہ بات انتہائی قابلِ افسوس ہے۔ ان کے مطابق دس ہزار علماء کا وفد پاکستان سے گیا تھا، حالانکہ علماء و طلبہ ملا کر ساڑھے آٹھ سو افراد ایک خصوصی ٹرین کے ذریعہ دیوبند گئے تھے۔ اجتماع کی تعداد مولانا (آزاد) نے کم از کم ایک کروڑ بتائی ہے۔ حالانکہ خود منتظمینِ جلسہ کے بقول پنڈال تین لاکھ آدمیوں کی گنجائش کے لیے بنایا گیا تھا۔ کاش! ہم لوگ حقیقت پسند بن جائیں۔ اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ عرب وفود کے لیے طعام و قیام کا عالی شان انتظام تھا۔ ڈائننگ ہال اور اس میں طعام کا ٹھیکہ دہلی کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کا تھا۔ عربوں کے لیے اس مخصوص انتظام نے مساواتِ اسلامی، سادگی اور علماء ربانی کے تقدس کے تصور کی دھجیاں اڑا دیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کل انتظام کا ۷۵ فیصد بوجھ عرب وفود کی دیکھ بھال اور اہتمام کی وجہ سے تھا۔

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، جون ۱۹۸۰ء، آنکھوں دیکھا حال)

آپ اپنی ہی اداؤں پہ ذرا غور کریں   ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سیدہ اندرا گاندھی : روزنامہ "اخبار العالم الاسلامی" سعودی عرب نے لکھا ہے کہ "سعودی حکومت نے دارالعلوم دیوبند کو دس لاکھ روپے وظیفہ دیا۔ جبکہ سیدہ اندرا گاندھی نے جشنِ دیوبند کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کیا۔
(اخبار العالم الاسلامی" ۱۴ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ)

موحد دَ مدح مشرک : روزنامہ "جنگ" راولپنڈی یکم اپریل سنہ ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں ایک باتصویر اخباری کانفرنس میں مولوی غلام اللہ خان کا بیان شائع ہوا کہ جشنِ دیوبند کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کی حکومت نے بڑا تعاون کیا ہے۔ سوا کروڑ روپے خرچ کر کے اندرا حکومت نے اس مقصد کے لیے سڑکیں بنوائیں۔ نیا اسٹیشن بنوایا۔ ہم سے نصف کرایہ لیا اور دارالعلوم دیوبند کی تصویر والی ٹکٹ جاری کی۔ وزیرِ اعظم اندرا گاندھی نے بھارت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا ہے۔ وہاں باہر سے کوئی چیز نہیں منگواتے۔ اس کے مقابلے میں پاکستان اب بھی گندم تک باہر سے منگوا رہا ہے۔ پاکستان میں باہمی اختلافات اور نوکر شاہی نے ملک کو ترقی کی بجائے نقصان کی طرف گامزن کر رکھا ہے۔ (روزنامہ "جنگ" راولپنڈی اپریل سنہ ۱۹۸۰ء)

اندرا گاندھی کا مرثیہ : "بھارتی وزیرِ اعظم آنجہانی مسز اندرا گاندھی کے قتل پر جس طرح پاکستان میں موجود سابق قوم پرست علماء اور کانگرس کے سیاسی ذہن و فکر کے ترجمان "وارثانِ منبر و محراب" نے تعزیت کی ہے وہ کوئی قابلِ فخر اور دینی حلقوں کے لیے عزت کا باعث نہیں ہے۔ قومی اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ نظام العلماء پاکستان کے نامور رہنماؤں مولانا محمد شریف وٹو مولانا زاہد الراشدی اور مولانا بشیر احمد شاد نے اپنے بیان میں کہا ہے :

" اندرا گاندھی نے اپنے دورِ اقتدار میں جمعیت علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ہر طرح کی معاونت اور حوصلہ افزائی

کرتی رہیں۔ نیز ان رہنماؤں نے یہ بھی کہا کہ اندرا نے جشن دیوبند میں اکابر دیوبند سے اپنے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا۔"

یہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ سیکولرازم کے علمبرداران سابق کانگرسی علماء کو ابھی تک اندرا کے خاندانی تعلق پر کس قدر فخر ہے۔ کس قدر ستم کی بات ہے کہ ان مٹھی بھر لوگوں نے ابھی تک اپنے دل میں پاکستان کی محبت کے بجائے اندرا گاندھی سے تعلق کو سجا رکھا ہے، اس لیے پاکستانی عوام اور حکومت کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے کہ یہ ابھی تک تحریکِ پاکستان کی تلخیاں اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کو اُن کے اپنے قول کے مطابق جس طرح فرزندانِ دیوبند کی اکثریت غلیظ گالیوں سے نوازتی تھی، وہ فکر آج تک ان لوگوں کے سینوں میں عداوتِ پاکستان کا ایک تناور درخت بن چکی ہے، ورنہ اس وقت پنڈت موتی لال نہرو اور پنڈت جواہر لال نہرو کا جناب سید احمد بریلوی اور جناب اسماعیل دہلوی سے فکری تعلق جوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ دیوبند کے ان رہنماؤں نے یہ بیان دے کر آج بھی دو قومی نظریے کی نفی کی ہے۔ تحریکِ آزادی میں ہندوؤں کے ساتھ کانگرسی خیال کے علماء کے کردار کو نمایاں کرنا ہمارے لیے باعثِ شرم ہے۔"

(روزنامہ "آفتاب" لاہور، ۳ر نومبر ۱۹۸۴ء)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجیے:

۱۔ "دیوبندی حقائق" از علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب، مطبوعہ مکتبہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ

۲۔ "نشانی" از علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ، سیرانی روڈ۔ بہاولپور

۳۔ "زیر وزبر" از علامہ ارشد القادری صاحب مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

۴۔ "مخالفینِ پاکستان" از علامہ محمد ضیاء اللہ قادری صاحب
مطبوعہ، قادری کتب خانہ، تحصیل بازار، سیالکوٹ

۵۔ "علماءِ حق" از علامہ خلیل اشرف اعظمی قادری صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال

۶۔ "جعفرانِ ایں زماں" از علامہ میاں محمد صادق قصوری صاحب
مطبوعہ مکتبۂ رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ

۷۔ "مشعلِ راہ" از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری صاحب
مطبوعہ فریدبک سٹال، اُردو بازار، لاہور

۸۔ "دیوبندی مذہب" از علامہ غلام مہر علی صاحب
مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور

۹۔ "باطل اپنے آئینے میں" از علامہ محمد صدیق نقشبندی صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال

۱۰۔ انغیارِ حق، از رلجا غلام محمد صاحب مطبوعہ مکتبہ قادریہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

"دارالعلوم دیوبند کو ہندو امراء باقاعدہ چندہ دیا کرتے تھے۔"

" بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے دور میں "دستورالعمل چندہ" اور "ذکر آئینِ چندہ" کے الفاظ "چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب و ملت" (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

" ہندو دارالعلوم دیوبند کو اخبارات اور کتب مفت مہیا کرتے مولوی قاسم نانوتوی شکریہ کے ساتھ ان کی سخاوت اور عنایت کی تعریف کرتے ان کے کاروبار، تجارت اور کارخانہ جات کی دمبدم ترقی، اُن کی قوت اور آزادی کے لئے دُعا کرتے۔" (سوانح قاسمی، ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

محمود الحسن کی جے : دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے "الافاضات یومیہ" ج ۶، صفحہ ۲۵۵ پر لکھا ہے: "جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن کا موٹر چلا، تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی جی کی جے۔ مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔"

کرپا رام برہمچاری : امیر شریعتِ دیوبندیہ عطاء اللہ بخاری احراری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپا رام برہمچاری رکھ لیا تھا۔ (عطاء اللہ بخاری صفحہ ۳۳)

حسین احمد مدنی کانگرسی : اجودھیا باشی کے متعلق مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور "چمنستان" کے صفحہ ۱۸۷ پر لکھتے ہیں ۔

حسین احمد سے کہتے ہیں خزف ریزے مدینے کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہوگئے سنگم کے موتی پر

احرار پارٹی اور دیوبندی کانگرسی امیرِ شریعت :

ہندوؤں سے، نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے
پانچ لکوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
سب یہ ذلت اسی طبقۂ غدار سے ہے! (چمنستان صفحہ ۸)

اٹھو کہ گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے
چمن بچاؤ کہ غم آشیاں کا وقت نہیں

قارئین کرام! آپ نے اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ اور کاسہ لیسوں کی اندوہناک داستان کا مطالعہ کیا اور بخوبی اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر دشمنانِ دین ملت نے

کس طرح اُمّتِ مسلمہ کو قعرِ مذلت میں دھکیلا۔ بندگانِ پاکباز کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کیں، یہاں تک کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر رکیک حملے کیے۔ دیوبندیت کے میدان کو وسیع کرنے اور سعید قام آقاؤں کا حقِ نمک ادا کرنے کے لیے پورے عالمِ اسلام کو خود ساختہ اور مبنی بر تعصب و جہالت فتوائے شرک سے مشرک بنا ڈالا، جن کے جبڑوں سے اب بھی ترکوں کا لہو ٹپک رہا ہے، جنہوں نے ہوسِ اقتدار میں حرمِ محترم میں خون کی ندیاں بہائیں۔ حجازِ مقدس کے باسیوں کا خون حلال ٹھہرایا۔ اہلِ مدینہ کے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا۔ قبورِ شہدائے بدر و اُحد کو مسمار کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ مقامِ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چوپائے باندھے گئے۔ مزاراتِ جنت البقیع کو ہموارِ زمین کیا۔ نورِ نگاہِ مصطفےٰ سیّدہ بتولِ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرقدِ مطہر کو پامال کیا۔ مشرکوں کافروں سے مولفات کر کے برصغیر میں محاذ آرائی کی فضا پیدا کی۔ اسلامی تشخص کی دھجیاں اڑائیں۔ مسلمانوں کے مسلّمہ معتقدات پر کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کے آرے چلائے۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا مسئلہ کھڑا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ مبارک کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خیال کو بیل گدھے کے خیال سے بدتر کہا۔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کنہیا کے دن سے تشبیہ دے کر ناجائز کہا۔ زیارتِ نعلِ پاکِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہندوانہ فعل کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی اور نمبردار کہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چوہڑے چمار سے تشبیہ دی۔ سبیلِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناجائز و حرام کہا۔ خاتم النبیین کے معانی میں تحریف کی اور عوام کا خیال کہا۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ مبارک کو حیوانات و بہائم، بچوں اور پاگلوں کے علم کے برابر کہا۔ مسجدوں پر کانگریسی جھنڈے لہرائے۔ منبرِ رسول پر ہندوؤں کو بٹھا کر تقریریں کروائیں۔ اندرا گاندھی کو جشنِ دیوبند میں کرسیٔ صدارت پر بٹھا کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ غضب اللہ

ستم ہے کہ جو لوگ خدا اور اُس کے پیارے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار نہیں۔ اسلام کے درد سے خالی ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام بیچ کر اپنی سیاست چمکاتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے باغی اور یزید پلید کے پرچارک ہیں۔ اجمیر شریف اور سالار مسعودؒ کی حاضری کو ماں کے ساتھ زنا سے بدتر کہتے ہیں، لیکن مولوی حق نواز کی قبر پر جانا کارِ ثواب گردانتے ہیں۔ گیارھویں شریف کے ختم کو حرام اور خنزیر بتاتے ہیں، لیکن کوّا کھانا ثواب سمجھتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل کو حرام اور ہندؤوں کے پیاؤ کے پانی کو جائز لکھتے ہیں۔ خود ہی انصاف کریں، وہ آپ کے اور مملکتِ خداداد پاکستان کے کس طرح وفادار ہو سکتے ہیں؟ یہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کئی بار اظہار بلکہ تنورِ شکم کے انگارے اگل چکے ہیں کہ شیعوں کے بعد ان (مسلمان سُنّی بریلوی) کی خبر لیں گے۔ آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟ یہ لوگ آپ کے ساتھ مل کر یا آپ کو ساتھ ملا کر اپنے اوپر "سُنّی" ہونے کا لیبل لگا رہے ہیں اور آپ کو فقط بریلوی کہہ کر ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کے ووٹوں سے سیاست چمکا رہے ہیں آپ پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو قد آور ثابت کر رہے ہیں۔ آپ باہمی افتراق و انتشار کا شکار ہیں۔ دشمن آپ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا چلا جا رہا ہے ــــــ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے جھنڈے لہراتے رہیں، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی قربانیوں کے تذکرے ہوتے رہیں، اولیاء کرام کی مشعلیں فروزاں رہیں۔ آپ کے نظریات و اعتقادات کا تحفظ ہو تو پھر گستاخ و بے ادب ٹولہ سے اظہارِ برأت کریں اور برملا اعلان کر دیں ؎

چھُٹ جائے اگر دولتِ کونین تو کیا غم

چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم ہم سب کے حامی و ناصر ہوں۔ آمین ثم آمین!

اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا